Regd.# MC-1366

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ فہمِ دین

• جلد 13 / • شمارہ 6 / • جنوری / 2024

شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور

یہودی اور صیہونی میں فرق

راہِ شوق

إِنْ شَاءَ اللّٰہ مَا شَاءَ اللّٰہ

معاشی بائیکاٹ ایک اہم جنگی ہتھیار

BAITUSSALAM PUBLICATIONS

91400056741

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

BAITUSSALAM

کمبل کا عطیہ، سردی سے بچاؤ کا ذریعہ

BAITUSSALAM

فی کمبل
Rs.1,300/=

عالمی ادارہ
بیت السلام
ویلفیئر ٹرسٹ

(Sadaqah)

Meezan Bank	BankIslami
Baitussalam Welfare Trust 0127-0102749031 PK58MEZN0001270102749031	Baitussalam Welfare Trust (Sadaqah) 1024-1030906-0001 PK38BKIP0102410309060001

(Zakat)

Meezan Bank	BankIslami
Baitussalam Welfare Trust 0127-0101099706 PK06MEZN0001270101099706	Baitussalam Welfare Trust (Zakat) 1024-1030892-0001 PK45BKIP0102410308920001

donations@baitussalam.org

رقم ٹرانسفر کرانے والے حضرات بیت السلام کو بذریعہ ایمیل یا واٹس ایپ اطلاع ضرور کریں۔ سات دن کے اندر اطلاع نہیں کی تو ادارہ
اس کو شرعی ضابطوں کے مطابق کسی بھی فلاحی کام میں استعمال کر سکتا ہے۔

ماہ نامہ
فہمِ دین
کراچی

جنوری 2024

فہم وفکر

معاشی بائیکاٹ۔۔۔ایک اہم جنگی ہتھیار	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہمِ قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہمِ حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حَفِظَہُ اللہ	08

مضامین

یہودی اور صیہونی میں فرق	وردہ افضل	10
یہ میرا فلسطین ہے	شمائلہ شکیل	11
قرآن سے مناسبت	سید رشید عطا	12
صدقہ مصیبتیں ٹالتا ہے	حکیم شمیم احمد	13
مسائل پوچھیں	مفتی محمد توحید	15
موازنہ	عصمت اسامہ	18
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت دوست	رابعہ فاطمہ	19

خواتینِ اسلام

قلبی سکون	اُمِّ ایشاع	21
راہِ شوق	اُمِّ محمد سلمان	21
دل کو چیرا تو بہت کام رفو کا نکلا	بنت امان اللہ	23
کہانی گھر گھر کی	تنزیلہ احمد	25
سالِ نو مبارک	نوریہ مدثر	26
اَحَد عَشَرَ کَوکَباً	بنت آصف	27
پیٹ بڑھنے کی وجوہ اور سدباب	حفصہ فیصل	29
اللہ کا عطا کردہ رزق	ندا اختر	30
پردہ	لائبہ عبد الستار	31
یاد	فریحہ معراج	32
شعور لازم ہے	بشریٰ حسین	33

باغچہ اطفال

ٹیگو کیسے بچ گیا؟	سمیرا انور	36
بچے کا سبق	قانتہ رابعہ	37
پرواز	عرفان حیدر	38

بزمِ ادب

پیارے مدینے یہ تو بتا	ساجدہ بتول	42
وہ مائیں کہاں ہیں؟	بنت مسعود	43
رحم کن بر اہلِ اقصیٰ یا خدا	ارسلان اللہ خان	43
گلدستہ	شیخ ابو بکر، عبد الرحمن چترالی	44

اخبار السلام

اخبار السلام	ادارہ	46

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا عبد الستار حَفِظَہُ اللہ

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	قاری عبد الرحمٰن
نظرِ ثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	فیضان الحق شمسی

آراء و تجاویز کے لیے
0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے
0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے
0314-2981344
marketing@fahmedeen.org

خط و کتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالے کے اجرا کے لیے
26-C گراؤنڈ فلور، سن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی،
بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

ناشر	مطبع	مقامِ اشاعت
فیصل زبیر	واسا پرنٹر	دفترِ فہمِ دین

معاشی بائیکاٹ

ایک اہم جنگی ہتھیار

مدیر کے قلم سے

غزہ کے چندہزار مسلمان پوری دُنیاپر بازی لے گئے، مگرافسوس کہ ہم پوری طرح بیدار نہ ہو سکے۔ تقریباً ۳ ماہ کی مسلسل گھمسان کی جنگ بھی اہلِ غزہ کے حوصلے پست نہ کر سکی، مگر ہمیں جوش آیا، ہم نے کچھ دِن بائیکاٹ کیا، پھراُبال اترا، بائیکاٹ چھوڑ کر پھر سے دُنیامیں مگن ہو گئے۔

اہلِ غزہ اتنے فولادی کیسے بن گئے ؟

بَلند ہمت ! بلند حوصلہ ! نا قابلِ شکست ! نا قابلِ تسخیر !

زخموں سے چُور، مگرزبان پر کوئی شکوہ نہیں،

بارود کی بارش، مگر عزم ویساہی جواں،

وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ کی چلتی پھرتی تصویر

نہ جانے کتنے سال جنگ کی تیاری کی اور کتنے پہلوؤں سے تیاری کی

- ایمانی تیاری ایسی کہ شہادت اور جنت زندگی کا مقصد بن گئی
- نظریاتی تیاری ایسی کہ مقصدِ زندگی سے سرمُوانحراف کے لیے تیار نہیں
- میڈیا وار کی تیاری حیران کُن !پُوری دُنیا کا میڈیا دشمن کے قبضے میں ہونے کے باوجود ہر ہر لمحے کی بھرپور کوریج بھی کی اور پوری دُنیا کے سامنے دشمن کا ظلم بے نقاب کر کے رکھ دیا، دشمن نے پروپیگنڈا کیا کہ الشفا ہسپتال کے اندر جاں بازوں کے مورچے ہیں اور اس کے نیچے ان کی سرنگیں ہیں، مگراُن کے جھوٹ کا پول کھول کرر کھ دیا۔
- عملی اور جنگی محاذ کی تیاری ایسی کہ آج ۳ ماہ گزرنے کے باوجود دشمن اِن کی جنگی طاقت توڑنے میں کام یاب نہ ہو سکا، تل ابیب پرابھی تک حملے اس کا منہ بولتا ثبوت ہے، غزہ کے اندر تو دشمن کو نا قابلِ تلافی نقصان پہنچا ہی رہے ہیں، وقتاً فوقتاً تل ابیب پر حملے کر کے بھی دشمن کو حواس باختہ کرتے رہتے ہیں

مگر بیت المقدس ابھی آزاد نہیں ہوا، جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی اور جاں بازوں نے ابھی ہتھیار نہیں ڈالے، وہ توڈٹ کر کھڑے ہیں، پھر ہم انھیں کیسے بھول گئے ؟وہ حالتِ جنگ میں ہیں تو ہم بھی تو حالتِ جنگ میں ہیں، پوری امتِ مسلمہ حالتِ جنگ میں ہے۔

کیا ہم امریکا، برطانیا، جرمنی، یورپ کو نہیں دیکھتے، کیسے متحد ہو گئے ! اسرائیل پر کیا حملہ ہوا، گویا ساری غیر مسلم ریاستوں پر حملہ ہو گیا! 200 طیارے اسلحے سے بھرے اسرائیل کو بھیجے گئے اور ابھی یہ امدادی سلسلہ بند نہیں ہوا۔ انسانیت کا راگ الاپنے والے بالکل بے نقاب ہو کر دُنیا کے سامنے آ گئے۔

ان کے بالمقابل ایک امتِ مسلمہ ہے، جغرافیائی حدوں کی پابند، اپنے اپنے مسائل میں گھری ہوئی، نفسا نفسی کی شکار، دُنیا کی محبت میں گرفتار، موت سے ڈری بھیگی بِلی بنی۔ اسلحہ اور افرادی قوت ہم بھیج نہیں پا رہے، جو تھوڑی بہت مالی مدد بھیج رہے ہیں، جو کروڑوں میں ہونے کے باوجود اتنی کم ہے کہ اہلِ غزہ کی اکثر آبادی کو ایک وقت کا کھانا مشکل سے مل رہا ہے، ادویات اُن کے پاس نہیں ہیں، ہسپتال اُن کے ناکافی پڑ گئے، گھروں سے بھی محروم، خیمہ بستیاں بھی ناکافی، مگر ایمانی قوت کے بَل بوتے پر دشمن کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہیں۔

قارئینِ گرامی ! خدا کے حضور گریہ وآہ وزاری اور جتنا ہو سکے مالی مدد ہمیں کرنی چاہیے، اس کے بعد تیسرا اہم کام معاشی بائیکاٹ ہے، معاشی بائیکاٹ آج کے دور میں ایسا اہم جنگی ہتھیار ہے، جو دشمن کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتا ہے، بشرطیکہ ہم متحد ہو کر کریں، غیرتِ ایمانی کا تقاضا سمجھ کر کریں اور ذرا اہتمام سے بہ تکلف کریں۔ مختلف پوسٹیں ہم میں سے ہر ایک کی نظر سے گزرتی ہیں، جن میں یہودی مصنوعات کا تذکرہ بھی ہوتا ہے، جن کا بائیکاٹ کرنا ہوتا ہے اور متبادل مصنوعات کا تذکرہ بھی ہوتا ہے، مگر حیرانی کی بات یہ ہے کہ دِل میں جذبہ ایمانی ہونے کے باوجود، اہلِ فلسطین کے ساتھ ہمارے دِلوں کے دھڑکنے کے باوجود ہم ابھی تک پوری طرح یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ ہمیں یہودی مصنوعات کا بائیکاٹ اپنے ایمان کو بچانے کے لیے اور اہلِ فلسطین سے اظہارِ یک جہتی کے لیے کرنا ہے، یہ صرف زبان کا چٹخارہ نہیں ہے، بلکہ اہلِ غزہ کے شانہ بہ شانہ کھڑے ہو کر اسرائیل کی کمر میں معاشی خنجر گھونپنا ہے اور یہی ایک طریقہ ہے، جس کے ذریعے ہم میں سے ہر ایک اہلِ غزہ کی مدد کر کے اقصی کے محافظین میں اپنے آپ کو شامل کر سکتا ہے۔ والسلام

اخوکم فی اللہ

محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

المائدۃ 74-81

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

اَفَلَا یَتُوۡبُوۡنَ اِلَی اللّٰہِ وَیَسۡتَغۡفِرُوۡنَہٗ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (74)

ترجمہ: کیا پھر بھی یہ لوگ معافی کے لیے اللہ کی طرف رجوع نہیں کریں گے اور اس سے مغفرت نہیں مانگیں گے حالاں کہ اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔ (74)

مَا الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ اِلَّا رَسُوۡلٌ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ وَاُمُّہٗ صِدِّیۡقَۃٌ کَانَا یَاۡکُلٰنِ الطَّعَامَ اُنۡظُرۡ کَیۡفَ نُبَیِّنُ لَہُمُ الۡاٰیٰتِ ثُمَّ انۡظُرۡ اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ (75)

ترجمہ: مسیح ابنِ مریم تو ایک رسول تھے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور ان کی ماں صدیقہ تھی۔ یہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ دیکھو! ہم ان کے سامنے کس طرح کھول کھول کر نشانیاں واضح کر رہے ہیں، پھر یہ بھی دیکھو کہ ان کو اوندھے منہ کہاں لے جایا جا رہا ہے! (75)

تشریح نمبر 1: ”صدیقہ“ صدیق کا مونث کا صیغہ ہے۔ اس کے لفظی معنیٰ ہیں ”بہت سچا“ یا ”راست باز“ اصطلاح میں صدیق عام طور سے ایسے شخص کو کہا جاتا ہے، جو کسی پیغمبر کا افضل ترین متبع ہوتا ہے اور نبوّت کے بعد یہ سب سے اونچا مرتبہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام دونوں کے بارے میں یہاں قرآن کریم نے یہ حقیقت جتلائی ہے کہ وہ کھانا کھاتے تھے، کیوں کہ تنہا یہ حقیقت اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ وہ خدا نہیں تھے۔ ایک معمولی سمجھ کا شخص بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ خدا تو وہی ذات ہو سکتی ہے جو ہر قسم کی بشری حاجتوں سے بے نیاز ہو، اگر خدا بھی کھانا کھانے کا محتاج ہو تو وہ خدا کیا ہوا۔

تشریح نمبر 2: قرآن کریم نے یہاں مجہول کا صیغہ استعمال کیا ہے اس لیے ترجمہ یہ نہیں کیا گیا کہ وہ اوندھے منہ کہاں جا رہے ہیں بلکہ ترجمہ یہ کیا گیا ہے کہ انہیں اوندے منہ کہاں لے جایا جا رہا ہے اور بظاہر مجہول کا یہ صیغہ استعمال کرنے سے اشارہ اس طرف مقصود ہے کہ ان کی نفسانی خواہشات اور ذاتی مفادات ہیں جو انہیں الٹا لے جا رہے ہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم

قُلۡ اَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمۡلِکُ لَکُمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا وَاللّٰہُ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ (76)

ترجمہ: (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ ”کیا تم اللہ کے سوا ایسی مخلوق کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں نہ کوئی فائدہ پہنچانے کی طاقت رکھتی ہے اور نہ نقصان پہنچانے کی جب کہ اللہ ہر بات کو سننے والا، ہر چیز کو جاننے والا ہے؟“ (76)

تشریح نمبر 3: حضرت مسیح علیہ السلام اگرچہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے لیکن کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کی ذاتی صلاحیت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے اگر وہ کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں تو صرف اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مشیت سے پہنچا سکتے ہیں۔

قُلۡ یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِیۡ دِیۡنِکُمۡ غَیۡرَ الۡحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوۡۤا اَہۡوَآءَ قَوۡمٍ قَدۡ ضَلُّوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَاَضَلُّوۡا کَثِیۡرًا وَّضَلُّوۡا عَنۡ سَوَآءِ السَّبِیۡلِ (77)

ترجمہ: (اور ان سے یہ بھی کہو کہ) ”اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو جو پہلے خود بھی گمراہ ہوئے، بہت سے دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور وہ سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔“ (77)

تشریح نمبر 4: ”غلو“ کا مطلب ہے کہ کسی کام میں اس کی معقول حدود سے آگے بڑھ جانا عیسائیوں کا غلو یہ تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم میں اتنے آگے بڑھ گئے کہ انہیں خدا قرار دے دیا وہ یہودیوں کا غلو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے محبت کا جو اظہار کیا تھا، اس کی بنا پر یہ سمجھ بیٹھے کہ دنیا کے دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر بس وہی اللہ کے چہیتے ہیں اور اس وجہ سے وہ جو چاہیں کریں اللہ تعالیٰ ان سے ناراض نہیں ہوگا، نیز ان میں سے بعض نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دے لیا تھا۔

لُعِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوۡا وَّکَانُوۡا یَعۡتَدُوۡنَ (78) کَانُوۡا لَا یَتَنَاہَوۡنَ عَنۡ مُّنۡکَرٍ فَعَلُوۡہُ لَبِئۡسَ مَا کَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ (79)

ترجمہ: بنو اسرائیل کے جو لوگ کافر ہوئے ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت بھیجی گئی تھی (78) یہ سب اس لیے ہوا کہ انھوں نے نافرمانی کی تھی اور وہ حد سے گزر جایا کرتے تھے۔ (79)

تشریح نمبر 1: یعنی اس لعنت کا ذکر زبور میں بھی تھا جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور انجیل میں بھی تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتری تھی۔

تَرٰی کَثِیۡرًا مِّنۡہُمۡ یَتَوَلَّوۡنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَبِئۡسَ مَا قَدَّمَتۡ لَہُمۡ اَنۡفُسُہُمۡ اَنۡ سَخِطَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ وَفِی الۡعَذَابِ ہُمۡ خٰلِدُوۡنَ (80)

ترجمہ: وہ جس بدی کا ارتکاب کرتے تھے اس سے ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے حقیقت یہ ہے کہ ان کا طرز عمل نہایت برا تھا۔ (80)

وَلَوۡ کَانُوۡا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالنَّبِیِّ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡہِ مَا اتَّخَذُوۡہُمۡ اَوۡلِیَآءَ وَلٰکِنَّ کَثِیۡرًا مِّنۡہُمۡ فٰسِقُوۡنَ (81)

ترجمہ: تم ان میں سے بہت سوں کو دیکھتے ہو کہ انہوں نے بت پرست کافروں کو اپنا دوست بنایا ہوا ہے۔ یقیناً جو کچھ انہوں نے اپنے حق میں اپنے آگے بھیج رکھا ہے وہ بہت برا ہے کیونکہ ان کی وجہ سے اللہ ان سے ناراض ہو گیا ہے اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے اگر یہ لوگ اللہ پر اور نبی پر اور جو کلام ان پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان رکھتے تو ان بت پرستوں کو دوست نہ بناتے لیکن بات یہ ہے کہ ان میں زیادہ تعداد ان کی ہے جو نافرمان ہیں۔ (81)

تشریح نمبر 2: یہ ان یہودیوں کی طرف اشارہ ہے جو مدینہ منورہ میں آباد تھے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ بھی کیا ہوا تھا اس کے باوجود انہوں نے درپردہ مشرکین مکہ سے دوستیاں کا نٹھی ہوئی تھیں اور ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے بلکہ ان کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے ان سے یہ تک کہہ دیتے تھے کہ ان کا مذہب مسلمانوں کے مذہب سے اچھا ہے۔

فہم حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

اخلاص وللّٰہیت اور نام ونمود

رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ساری دنیا کو اخلاقِ حسنہ کی جو تعلیم و ہدایت ملی ہے، اس عاجز کے نزدیک اس کی تکمیل اخلاصِ للّٰہیت کی تعلیم سے ہوتی ہے، یعنی اخلاص وللّٰہیت کتابِ اخلاق کا آخری تکمیلی سبق اور روحانی و اخلاقی بلندی کا آخری زینہ ہے۔

اس اخلاص وللّٰہیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر اچھا کام یا کسی کے ساتھ اچھا برتاؤ صرف اس لیے اور اس نیت سے کیا جائے کہ ہمارا خالق و پروردگار ہم سے راضی ہو، ہم پر رحمت فرمائے اور اس کی ناراضی اور غضب سے ہم محفوظ رہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے کہ تمام اچھے اعمال واخلاق کی روح اور جان یہی اخلاصِ نیت ہے، اگر بظاہر اچھے سے اچھے اعمال واخلاق اس سے خالی ہوں اور ان کا مقصد رضائے الٰہی نہ ہو، بلکہ نام ونمود یا اور کوئی ایسا ہی جذبہ ان کا محرّک اور باعث ہو تو اللہ کے نزدیک ان کی کوئی قیمت نہیں اور ان پر کوئی ثواب ملنے والا نہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنَّ اللهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا، لیکن تمہارے دلوں اور تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کا معیار کسی کی شکل وصورت یا اس کی دولت مندی نہیں ہے، بلکہ دل کی درستی اور نیک کرداری ہے، وہ کسی بندے کے لیے رضا اور رحمت کا فیصلہ اس کی شکل وصورت یا اس کی دولت مندی کی بنیاد پر نہیں کرتا، بلکہ اس کے دل یعنی اس کی نیت کے صحیح رُخ اور اس کی نیک کرداری کی بنیاد پر کرتا ہے۔

اعمالِ صالحہ کی وجہ سے لوگوں کی اچھی شہرت اللہ کی ایک نعمت ہے

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَرَأَیْتَ الرَّجُلَ یَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَیْرِ وَیَحْمَدُہُ النَّاسُ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَیُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَیْهِ قَالَ تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَی الْمُؤْمِنِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ "کیا ارشاد ہے، ایسے شخص کے بارے میں جو کوئی اچھا عمل کرتا ہے اور اس کی وجہ سے لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں؟" اور ایک روایت میں ہے کہ پوچھنے والے نے یوں عرض کیا کہ "کیا ارشاد ہے، ایسے شخص کے بارے میں جو کوئی اچھا عمل کرتا ہے اور اس کی وجہ سے لوگ اس سے محبت کرتے ہیں؟" آپ نے ارشاد فرمایا: "یہ تو مومن بندے کی نقد بشارت ہے۔"

تشریح: ریا اور شہرت طلبی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اتنا ڈرا دیا تھا کہ ان میں سے بعض کو یہ شبہ ہونے لگا کہ جس نیک عمل پر دنیا کے لوگ عمل کرنے والے کی تعریفیں کریں اور اس کی نیکی کا چرچہ ہو اور لوگ اس کو اللہ کا نیک بندہ سمجھ کر اس سے محبت کرنے لگیں تو شاید وہ عمل بھی اللہ کے ہاں مقبول نہ ہوگا، کیوں کہ اس عمل کرنے والے کو دنیا میں شہرت اور محبت کا صلہ ہی مل گیا۔ اسی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا گیا تھا، جس کے جواب میں آپ نے فرمایا: تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَی الْمُؤْمِنِ جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کی نیک عملی کی شہرت ہو جانا اور لوگوں کا اس کی تعریف یا اس سے محبت کرنا کوئی بری بات نہیں ہے، بلکہ سمجھنا چاہیے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آخرت میں ملنے والے اصل انعام سے پہلے اس دنیا میں نقد صلہ اس بندے کی مقبولیت ومحبوبیت کی ایک خوش خبری اور علامت ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کوئی نیک عمل اس لیے لوگوں کے سامنے کرتا ہے کہ وہ اس کی اقتدا کریں اور اس کو سیکھیں تو یہ بھی ریا نہ ہوگا، بلکہ اس صورت میں اللہ کے اس بندہ کو تعلیم و تبلیغ کا بھی ثواب ملے گا، بہت سی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرت ﷺ کے بہت سے اعمال میں یہ مقصد بھی ملحوظ ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقتِ اخلاص نصیب فرمائے، اپنا مخلص بندہ بنائے اور ریا سمعہ جیسے ملکات سے ہمارے قلوب کی حفاظت فرمائے۔ اَللّٰهُمَّ اٰمِیْن!

Shangrila®
THE FOOD EXPERTS!
Pakistan's No.1*
Liquid Seasonings
WORCESTERSHIRE SAUCE
Traditional Recipe
CHILLI SAUCE
Sizzling Hot
SOY SAUCE
Authentic Taste
SYNTHETIC VINEGAR
Tangy Twist
NOW IN
NEW LOOK
*Foresight Household Panel 2023
www.shangrila.com.pk
ShangrilaPakistan
ShangrilaPakistan
ShangrilaFoods

إِنْ شَاءَ اللّٰه مَا شَاءَ اللّٰه

حضرت مولانا عبدالستار حَفِظَهُ اللّٰه

اس کارخانۂ ہستی میں جو کچھ ہو رہا ہے، جو کچھ ہوگا، جس کو جو کچھ بھی ملا ہے، جس کو جو کچھ ملے گا اور جس کو جو کچھ نہیں ملا، اس میں فیصلہ اللہ کا ہے، حکم اللہ کا ہے۔ وہ سچائی، وہ حقیقت، جس پر ایمان لانے سے آدمی ایمان والا بنتا ہے، جس پر یقین کرنے سے آدمی صاحبِ ایمان بنتا ہے، وہ یہ حقیقت ہے، اس بات پر یقین اس کا نام ہے، کمالِ ایمان، کمالِ توحید اللہ کی ذات پر بھروسا، اللہ کی ذات سے اُمید کہ کرے گا تو وہ کرے گا۔

پنکھا چل رہا ہے، اس پنکھے کے اندر جو بجلی آ رہی ہے، یہ پنکھا تو اس بجلی کے لیے ایک راستہ ہے، جس کے ذریعے ہم تک وہ بجلی پہنچ رہی ہے، بجلی تو کہیں اور سے آ رہی ہے۔ نل میں پانی آتا ہے، نل تو پانی کے پہنچنے کا ایک راستہ ہے، پانی تو کہیں اور سے آ رہا ہے۔

ظاہری اسباب و وسائل تو ایک راستہ ہیں، فیصلہ کسی اور کا ہے۔ یہ ظاہری اسباب و وسائل جو آپ لائن بچھا رہے ہیں، اس کے اختیار میں تو نہیں ہے کہ پانی کس کو ملے، کس کو نہ ملے۔ یہ جو آپ تار بچھا رہے ہیں، ان کے اندر تو یہ قدرت نہیں ہے کہ کس کی لائٹ جلے، کس کا بلب نہ جلے تو آپ جو اسباب و وسائل اختیار کرتے ہیں، اس میں اختیار کچھ نہیں، فیصلہ اللہ کا ہے، اس لیے ایمان والے کا دل اس ذات سے جُڑا رہتا ہے، جس نے ان اسباب و وسائل سے نتیجہ دینا ہے اور جو اس توحید سے محروم ہوتا ہے، اس ایمان اور یقین سے محروم ہوتا ہے۔

وہ اپنی ساری توانائیاں جس پہ لگاتا ہے، وہ سمجھتا ہے اسی سے ہوتا ہے اور جب وہ سمجھتا ہے، انہی اسباب سے ہوتا ہے تو پھر ان اسباب کے اختیار کرنے میں رشوت بھی لیتا ہے، کرپشن بھی کرتا ہے، جھوٹ بھی بولتا ہے، اللہ کو ناراض بھی کرتا ہے، اس لیے کہ اس کا ایمان ہے کہ مجھے ان اسباب سے روزی ملے گی، میرا معاش کا مسئلہ حل ہوگا اور جسے یقین ہو کہ ان اسباب میں تو رکھا ہی کچھ نہیں، وہ کہتا ہے کہ ان اسباب کو یوں اختیار کروں گا کہ اس کی مرضی کیا ہے، اس میں اس کو ناراض کر کے ان اسباب و وسائل کو اختیار نہیں کروں گا۔

حیرت ہوتی ہے، جب مسلمان بھی معاش کا مسئلہ گناہوں سے حل کرے، رشوت کے ذریعے اپنا معاش کا مسئلہ حل کرے، چوری کے ذریعے اپنا معاش کا مسئلہ حل کرے، بددیانتی کے ذریعے اپنا مسئلہ حل کرے، اللہ کو ناراض کر کے اپنا معاش کا مسئلہ حل کرے، اس کا ایمان کیا ہے؟ ان اسباب سے مجھے روزی ملتی ہے، ادھر تو سمجھتا ہے کہ پنکھے سے مجھے بجلی نہیں ملتی، پیچھے سے آ رہی ہے، اتنی عقل تو ہے کہ اس نل سے مجھے پانی نہیں ملتا، پیچھے سے آتا ہے، لیکن ان اسباب و وسائل نے اتنا دھوکا دے رکھا ہے، سمجھتا ہے روزی اسی سے ملتی ہے۔ ان اسباب و وسائل کو اختیار کرنے میں اللہ کی رضا اور ناراضی کی کوئی فکر نہیں ہوتی، اس کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ اسباب اختیار کروں گا، چاہے حلال ہوں یا حرام، معاش حاصل کرنا ہے چاہے اللہ ناراض ہو چاہے راضی ہو۔

أَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ فَتَوَكَّلُ عَلَى اللهِ

اللہ کے نبی ﷺ فرمانے لگے: اسباب اختیار کرنے میں اختصار کرو، زیادہ مت تھکو اور اللہ پر بھروسا کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے عجیب مثال دی: لَوْ أَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا

اگر تم اللہ پر بھروسا کرو، اللہ کی ذات پر یقین رکھو اور اس کو راضی رکھو، اس کو ناراض نہ ہونے دو تو اللہ تمہیں یوں روزی دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے۔

فرمایا: تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا وہ اپنے آشیانے سے روزانہ نکلتے ہیں، خالی پیٹ ہوتے ہیں، شام کو واپس لوٹتے ہیں، پیٹ بھرے ہوئے ہوتے ہیں، تھوڑی سی نقل وحرکت سے اللہ تمہارے معاش کا مسئلہ حل کر دے گا۔

تم جائز اور حلال طریقے سے اللہ کو راضی کرتے کرتے جو تدبیر اختیار کر سکتے ہو، اللہ اس سے تمہارا مسئلہ حل کر دیں گے، اللہ پر بھروسا کرو، لیکن جب تم نے معبود ہی اسباب و وسائل بنا لیے تو اس کے لیے تو تم عزّت کی بھی قربانی دو گے، ایمان کی بھی قربانی دو گے، اپنی قدروں کی بھی قربانی دو گے، اپنی زندگی کی بھی قربانی دو گے کہ اسباب اختیار کرنے ہیں، چاہے حلال، چاہے حرام! ضرورت ہی آج مسلمان محسوس نہیں کرتا کہ معاش کے سلسلے میں پوچھ تو لے کہ حلال بھی ہے کہ حرام ہے، کمالِ ایمان، کمالِ توحید، توحید کا ثمرہ، اللہ کی ذات پر بھروسا۔

اللہ کریم کی ذات پر اعتماد اور یہ یقین کہ اس کارخانۂ ہستی میں کسی کو کچھ نہیں ملتا، جو ملتا ہے اللہ کے فیصلے سے ملتا ہے، جو ہوتا ہے اس کی مرضی سے ہوتا ہے۔

ایک دور تھا، جب بچے بچیاں، مرد عورت، پڑھا لکھا، کم پڑھا لکھا، ہر ایک کی زبان پر ہوا کرتا تھا، ان شاء اللہ! ماشاء اللہ! یعنی جو ہو گا اللہ کی مشیت سے ہو گا۔

اب تو ہمارے بچوں کو یہ لفظ آتا ہی نہیں ہے، وہ کہتا ہے پاپا اسباب کیا ہیں؟ گریڈ کتنے ہیں؟ فیکٹری بنی ہے، سب سے بڑا معبود اسباب و وسائل ہو گئے۔

دجالی دور ہے، دجالیت کا فتنہ ہے، جو اپنی انتہا کے ساتھ آئے گا اور کہے گا دیکھو!

اسباب سے سب کچھ ہوتا ہے، مادّیت سے سب کچھ ہوتا ہے، تمہارا حاجت روا، تمہارا مشکل کشا، پریشانیوں سے نکلنے کا راستہ خدا نہیں مادّیت ہے اور جو میری نئی نسل کا دل اللہ کی ذات پر بھروسے سے، یقین سے، اعتماد سے خالی ہو، پھر ایمان کہاں رہے گا؟

ایسا میری زندگی کا ہر فیصلہ عزّت کا، ذلت کا، صحت کا، بیماری کا، کامیابی کا، ناکامی کا، فیصلہ اللہ کا ہے، اگر یہ دل اندر سے مان جائے تو آدمی قدم قدم پہ اللہ کی طرف رجوع کرے گا۔ اللہ کرنا تو تو نے ہی ہے اور جب یہ دل نہیں مانتا تو اس کے مانگنے کے لیے ہاتھ بھی نہیں اٹھتے۔

24 گھنٹے نہیں، ہفتے نہیں، مہینے گزر جاتے ہیں، ساری دنیا کے در کا سوالی ہے، نہیں مانگتا تو اللہ سے نہیں مانگتا، سب کے در کا سوالی ہے، سب کے در کا بھکاری ہے، نہیں مانگتا تو اللہ سے نہیں مانگتا: وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ

رزاقیت اللہ کے پاس ہے، رزاق اللہ ہے۔ یہ ظاہری اسباب صرف رزق کے پہنچنے کا راستہ ہیں۔ اللہ چاہے تو اسے قدرت ہے کہ ان راستوں کے بغیر بھی دے، کوئی اور راستہ بنا دے، کوئی اور شکل دے دے، وہ قدرت رکھتا ہے اور نہ چاہے ساری دنیا کی خاک بھی چھانے، تدبیر کر، اسباب اختیار کر، اپنی سی جدوجہد کر، لیکن اس میں اللہ کو ناراض نہ کر، ان میں روزی نہیں رکھی، ان میں تین مسائل کا حل نہیں، اس سے تجھے پریشانیوں سے نجات نہیں ملتی۔ وہ اللہ کے فیصلے سے ہوتا ہے، وہ اللہ کی چاہت سے ہوتا ہے، اس کا حکم ہو گا تب ملے گا، اسے راضی رکھ!

ایمان والا تو بڑا دور اندیش ہوا کرتا تھا، ایمان والا تو بڑا دور اندیش عقل مند ہوا کرتا تھا، آپ دنیا میں کس پر بھروسا کرتے ہیں، اپنے بارے میں کس پر بھروسا کرتے ہیں، اس میں تین چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔

پہلی چیز یہ دیکھتے ہیں کہ وہ میرے بارے میں علم رکھتا ہے، میرے حالات سے واقف ہے اچھی طرح، یہ دیکھتے ہیں۔ دوسری چیز یہ دیکھتے ہیں کہ جو میرا مسئلہ ہے، اس کو حل کرنے کی قدرت بھی اسے ہے یا نہیں، یہ چیز دیکھتے ہیں۔

تیسری چیز آپ دیکھتے ہیں کہ وہ میرے بارے میں مہربان اور میرے بارے میں رحمت و شفقت کا جذبہ بھی رکھتا ہے یا نہیں، ڈاکٹر ہی لے لیں، طبیب ہی لے لیں، کسی پر بھی آپ اعتماد کرتے ہیں تو یہ تین چیزیں دیکھتے ہیں کہ اس کے اندر علم ہے، میرے حالات کو اچھی طرح جانتا ہے؟ اہلیت ہے، علم ہے۔۔۔ لیکن قدرت نہیں ہے، خود کھڑا نہیں ہو سکتا، خود اس کا ہاتھ نہیں چلتا، قدرت نہیں ہے کام کرنے کی۔۔۔ قدرت بھی ہے، علم بھی ہے، لیکن وہ ڈاکو ہے، لٹیرا ہے، تب بھی آپ اس پہ بھروسا نہیں کریں گے۔

یہ تین چیزیں اللہ تعالیٰ میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں، علم بھی کامل اس کا، قدرت بھی اس کی کامل ہے اور میری ذات کے بارے میں مجھ پر مہربان بھی ہے، پھر تدبیر کرو، کوشش کرو، اپنا معاملہ اس کے سپرد کر دو، حلال تدبیر اختیار کرو، جائز اسباب اختیار کرو، پھر اس مہربان ذات پر بھروسا کرو، جس کا علم بھی کامل، قدرت بھی کامل، شفقت بھی کامل!

کسی دور میں مسلمان بڑا دور اندیش ہوا کرتا تھا، عقل مند ہوا کرتا تھا، اسے ایمانی بصیرت نصیب تھی، وہ تو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کیا کرتا تھا۔

مایوسی اور ڈپریشن کا تو مسلمان کے ایمان سے کوئی جوڑ ہی نہیں تھا، یہ تو اپنی سی کوشش کرتا اور پھر اس ذات پر بھروسا کرتا تھا۔ مسلمان کا شیوہ یہی ہونا چاہیے کہ وہ دستیاب جائز اسباب اختیار کرے اور اللہ سے کہے: ”یا اللہ! میرا سارا معاملہ آپ کے علم میں ہے اور آپ ہی کو ساری قدرت ہے، میرا آپ پر ہی بھروسا ہے اور میرا معاملہ آپ ہی کے سپرد ہے، آپ چاہیں تو بغیر دوا کے بھی صحت دے دیں، آپ چاہیں تو چھوٹے ڈاکٹر سے بھی صحت دے دیں، اے مولا! معاش کا یہ راستہ میں نے اختیار کیا ہے، حلال ہے، جائز ہے، میں رزق حاصل کرنے کی یہی تدبیر کر سکتا تھا، میرے اختیار میں اتنا ہی ہے، اے اللہ! اب اختیار آپ کو ہے، جتنا دینا چاہیں! میں نے معاملہ آپ کے سپرد کر دیا اس لیے کہ آپ مہربان بہت ہیں، اس لیے کہ آپ میرے اوپر شفقت بہت کرتے ہیں، میں نے معاملہ آپ کے سپرد کر دیا۔“ ایمان والا تو اللہ ہی پر بھروسا کرتا ہے، اس کے ایمان کا تقاضا بھی ہے اور کمالِ توحید کا یہ خوب صورت ثمرہ بھی ہے کہ اللہ کی ذات پہ بھروسہ کرو، تدبیر کرتا ہے، اسباب اختیار کرتا ہے، لیکن حلال، تاکہ وہ ذات ناراض نہ ہو، جس نے فیصلہ کرنا ہے۔

اسی کا فیصلہ ہے اور وہ فیصلہ کرلے ساری دنیا اکٹھی ہو جائے، بندش کرنا چاہے، رکاوٹ ڈالنا چاہے، اس کے طے شدہ فیصلے کو روکنا چاہے، ساری دنیا اکٹھی ہو جائے، اس کے فیصلے کو نہیں روک سکتی اَلْقَهَّارُ بڑا زبردست اَلْعَزِيْزُ غالب ہے، اَلْمَلِكُ بادشاہ ہے۔۔۔

زمین کے اوپر، زمین کے نیچے، سمندر، دریا، پہاڑوں پر، آسمانوں پر فیصلے اس کے ہیں۔ بادشاہ وہ ہے، اگر اللہ ہمیں یقین نصیب فرما دے، اپنی ذات پر بھروسہ عطا فرما دے، اپنی ذات پر توکل نصیب فرما دے، پھر کیا ہو گا؟ پھر اس کا اظہار کیسے ہو گا؟ پھر اس کا اظہار میری اور آپ کی زندگی میں کیسے ہو گا؟ جیسے اللہ کے نبی ﷺ کی زندگی سے اظہار ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے قدم قدم پہ اللہ کو پکارا ہے، بستر پر گئے، نیند کے آنے کے سارے اسباب موجود ہیں، لیکن اس سے پہلے آپ ﷺ اللہ کو پکارتے ہیں: اللہ آ جائے، یہ تیرے اختیار میں ہے۔ گھر پہنچ رہے ہیں، سارے اسباب گھر پہنچنے کے ہیں، لیکن اللہ کو پکارا: اللہ! اس گھر میں خیر مجھے ملے، یہ تیرے اختیار میں ہے۔ سواری میسر ہے، سواری میں بیٹھ رہے ہیں، اللہ کو پکارا: اے اللہ! یہ سواری میرے لیے رحمت بن جائے اور مجھے منزل تک پہنچا جائے، اللہ تیرے اختیار میں ہے۔ آپ نے ہر موقع پر اللہ کو پکارا مولا اسباب اختیار کر رہا ہوں، تدبیر بھی کر رہا ہوں، لیکن اس میں تاثیر ڈالنا اور مقصد حاصل ہو جانا، منزل تک پہنچانا، یہ تیرے فیصلوں سے ہے۔ تیرے حکم سے ہے۔

کبھی تو مسلمان حاجت کے نفل پڑھا کرتا تھا، دعاؤں کے ذریعہ اسے پکارا کیا کرتا تھا، ہر قدم پہ اس کی طرف رجوع کرتا تھا، اس کی زندگی اطمینان اور سکون سے بھری ہوتی تھی، اللہ رب العزت اپنی ذات کا ایسا ایمان و یقین نصیب فرمائے۔ آمین!

یہودی اور صیہونی میں فرق

وردہ افضل

یقیناً آپ نے آج کل کہیں نہ کہیں یہودی (jews) اور صیہونی (zionist) کا لفظ ضرور سنا ہو گا۔ صیہونی بھی یہودی ہی ہیں، لیکن کیا آپ جانتے ہیں کہ ان دونوں میں بنیادی فرق کیا ہے؟

یہودی در حقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل کے لوگ ہیں، جن کو حضرت یعقوب علیہ السلام ہی کی نسبت سے بنی اسرائیل یعنی "اسرائیل کے بیٹے" بھی کہا جاتا ہے۔ "اسرائیل" حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔ آپ علیہ السلام کے بارہ (12) بیٹے تھے، جن میں سے حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت عطا کی گئی، لیکن آپ علیہ السلام کی نسل آپ کے بیٹے "یہودہ" کے نام کی نسبت سے یہودی کہلائی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹوں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی۔ بنی اسرائیل جب بھی راہِ راست سے دور ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد نبی کریم ﷺ کے علاوہ ان کی نسل سے کوئی نبی نہیں مبعوث کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے مبعوث فرمائے۔ حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت دانیال، حضرت عزیر، حضرت یحییٰ، حضرت زکریا علیہم السلام سب بنی اسرائیل ہی کی طرف مبعوث کیے گئے تھے۔ ان تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا مذہب اسلام ہی تھا۔

یہودی اکثر انبیا پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کی، لیکن کئی انبیا کو انھوں نے جھٹلایا۔ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کا انکار کیا اور کافروں کی صف میں شامل ہوگئے۔ تورات میں آخری نبی کے بارے میں پیشن گوئی موجود ہیں اور یہود اس بات کا دعویٰ کیا کرتے تھے کہ وہ آخری پیغمبر بھی ان ہی کی نسل میں سے ہو گا۔ یہی وجہ تھی کہ ان تمام نشانیوں کے پیشِ نظر جو تورات میں بیان کی گئی تھیں، یہود مدینہ منورہ کے اِرد گرد آباد ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے نبیٔ اکرم ﷺ کو بنی اسماعیل علیہ السلام میں مبعوث فرمایا تو یہ بات یہودیوں نے قبول نہ کی اور آپ ﷺ اور اسلام کے دشمن بن بیٹھے۔ اس سے قبل بھی بنی اسرائیل انبیا کے ساتھ ایسا کر چکے تھے اور یہ کئی انبیا کے قاتل بھی ہیں۔ مزید یہ کہ یہودی قرآن اور انجیل کے آسمانی کتاب ہونے کے انکاری ہیں۔

بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی لاڈلی قوم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بے شمار نعمتیں نازل عطا کی تھی۔ یہ لوگ بار بار اللہ سے عہد کرتے، پھر پیٹھ پھیر لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہدایت کی پیروی کے کئی مواقع فراہم کیے، لیکن یہ قوم اپنی نافرمانیوں اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئی۔ انبیا اور پیغمبروں کا قتل، سرکشی، عہد شکنی، تکبر، حسد، خفیہ سازشیں کرنا، دین سے بغاوت، دنیا کی لالچ، مومنوں اور مسلمانوں سے دشمنی اور بغض ان کی فطرت میں ہے۔ ان کی نافرمانیاں ہی ہمیشہ ان کی ذلّت اور محتاجی کی وجہ بنی۔ کئی بار ان پر قتلِ عام کی سزا مسلط کی گئی، لیکن ان کی فطرت میں تبدیلی پیدا نہ ہو سکی۔

اللہ تعالیٰ نے یہود پر اپنی نعمتوں کے بدلے میں ان کی سرکشی، ناشکری اور نافرمانیوں کا ذکر قرآنِ مجید میں تقریباً چار سو مقامات پر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ہم نے بنی اسرائیل سے عہد بھی لیا اور ان کی طرف پیغمبر بھی بھیجے، (لیکن) جب کوئی پیغمبر ان کے پاس ایسی باتیں لے کر آتا، جن کو ان کے دل نہیں چاہتے تھے تو وہ (انبیا کی) ایک جماعت کو تو جھٹلا دیتے اور ایک جماعت کو قتل کر دیتے تھے۔ (المائدہ: 70)

ان کی اسی سرشت کی وجہ سے ارضِ مقدّسہ یعنی فلسطین کی سرزمین ان پر حرام کر دی گئی۔ ہر دور میں یہود نے فلسطین پر قبضہ کرنے کی کوشش جاری رکھی، لیکن یہاں کوئی مضبوط حکومت قائم کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہو سکے۔ مختلف ادوار میں یروشلم مختلف حکومتوں کے زیرِ انتظام رہا اور یہودیوں کو یہاں پھلنے پھولنے کا موقع فراہم نہ کیا گیا۔

یہود مدینہ کے اطراف میں آ کر اس اُمید پر آباد ہوئے کہ آخری پیغمبر ﷺ کے ساتھ مل کر وہ اس سرزمین کو فتح کریں گے، لیکن بنی اسماعیل میں سے ہونے کے باعث یہود نبی کریم ﷺ کے مخالف ہو گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ کے دور میں فلسطین فتح ہوا اور یہودیوں کے بیت المقدس میں داخل ہونے پر پابندی لگا دی گئی۔ صلیبی جنگوں کے دوران بیت المقدس صلیبیوں کے قبضے میں چلا گیا، جسے سلطان صلاح الدین ایوبی نے فتح کیا۔

صیہونی تحریک کا آغاز انیسویں صدی کے آواخر میں ہوا۔ تقریباً دو ہزار سال کی دربدری اور دیارِ غیر میں رہنے کے بعد بالآخر 1896ء میں "تھیوڈور ہرتزل" نے (جسے جدید صیہونی تحریک کا بانی تصور کیا جاتا ہے) مستقبل کی خود مختار (آزاد) یہودی ریاست کا تصور دیا۔

لفظ صیہون "صیہونیزم" سے اخذ ہوا ہے جو کہ یروشلم سے (فلسطین کا شہر جہاں بیت المقدس موجود ہے) منسوب ہے۔ 19ویں صدی کے آخر میں مشرقی یورپ کے کئی مقامی گروہ یروشلم میں یہودی قوم کی آبادکاری اور عبرانی زبان (یہودیوں کی زبان) کی بحالی اور نشو و نما کی تائید کو فروغ دیتے رہے ہیں۔

صیہونیت کے علم برداروں نے بہت کوشش کی کہ سلطنتِ عثمانیہ کے آخری تخت نشین، سلطان عبدالحمید ان کو فلسطین میں آباد ہونے کے لیے زمین کا صرف ایک ٹکڑا دے دیں، لیکن ان کی یہ کوششیں ناکام ہی رہیں۔ ہر قسم کے لالچ اور دباؤ کے باوجود سلطان عبدالحمید مرحوم کسی صورت یہودیوں کو فلسطین میں زمین دینے پر راضی نہ تھے، جس کے نتیجے میں یہود نے سازشوں کے ذریعے خلافتِ عثمانیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ان تمام معاملات میں یورپی ممالک نے صیہونیوں کا بھرپور ساتھ دیا۔

نومبر 1922 میں خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے سے قبل بیت المقدس ترکوں کے زیرِ سایہ رہا۔ 1941 سے 1945 تک جنگِ عظیم دوم کے دوران جرمنی کے اڈولف ہٹلر نے تقریباً ساٹھ لاکھ یہودیوں کو قتل کیا۔

1948 میں صیہونیوں نے اسرائیل کے قیام کا اعلان کیا۔ یہ ایک تحریک تھی، جس کے تحت دنیا بھر کے یہودیوں کو ان کے عقیدے کے مطابق ان کے آبائی علاقے میں آباد کرنا مقصود تھا۔ یہود کی آبادکاری کے بعد ہزاروں کی تعداد میں فلسطینیوں کو بے گھر کیا گیا اور یوں مختصر

یہ میرا فلسطین ہے

شمائلہ شکیل

"ماں! سردی لگ رہی ہے۔" ایک کمزور کپکپاتی آواز گونجی۔

شیر خوار بچے کو گود کی گرمی پہنچاتی عورت، گھٹنے کے تکیے پہ سر رکھ کر لیٹے پانچ سالہ بچے کی پکار سن کر بے بسی سے دائیں بائیں دیکھنے لگی۔ کھلے آسمان تلے بچے پر اوڑھی چھوٹی سی چادر 14 ڈگری کی ٹھنڈ سے بچانے کے لیے ناکافی تھی۔

"تم سوئے نہیں ابھی تک؟" وہ بچے کا دھیان بٹانے کو بولی۔

گھپ اندھیری رات تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ایک دم زوردار دھماکے کی آواز کے ساتھ روشنی پھیلنے لگی۔ گود میں لیٹا بچہ گھبرا کر زور و شور سے رونے لگا۔ لیٹا ہوا بچہ بھی دہشت ناک چیخ مار کر ماں کی گود میں گھسنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کا سانس دھونکنی کی مانند چل رہا تھا۔ ہر طرف چیخ و پکار تھی۔

فاسفورس بموں کی آگ کے الاؤ جل رہے تھے۔ بھوک اور ٹھنڈ سے بے حال ہوئے لوگ اذیتوں سے جان چھڑا کر حیاتِ جاوداں کو گلے لگا رہے تھے۔ سامنے والے گھر سے دھوئیں کے مرغولے اٹھ رہے تھے۔ ارد گرد لوگوں کا جمِ غفیر تھا۔ گھر کا ایک حصہ مکمل طور پر تباہ ہو چکا تھا۔ اب چار پانچ لوگ اندر جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ کچھ خیموں میں بھی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ کسی کا بچہ خیمے میں رہ گیا تھا تو کسی کی ماں آنکھیں موند گئی تھی۔ گھر کے اندر سے ایک آدمی زخمی عورت کو سہارا دے کر لا رہا تھا۔ اس کے سر سے ٹپکتا خون پیاسی زمین کو سیراب کر رہا تھا۔ وہ دونوں بچے ڈر سہم کر ماں سے چمٹ کر سو چکے تھے۔ چھوٹا نیند میں بھی سسکیاں لے رہا تھا۔ سامنے والے گھر سے ایک شخص بھاگتا ہوا نکلا، اس کی باہنوں میں تقریباً دس سالہ جھلسی ہوئی بچی تھی۔ بموں کی آگ نے تاریک رات میں دن کا سماں پیدا کر دیا تھا۔ سردی بھی خوف زدہ ہو کر ذرا فاصلے پر چلی گئی تھی۔ اسی افراتفری میں رات سرکتی چلی گئی۔

راشن کے ٹرک کے سامنے سینکڑوں کی تعداد میں لوگ لائنیں بنائے کھڑے تھے۔ بھوک پروان چڑھ رہی تھی۔ بچے، بوڑھے، بیمار، جوان اور ان کے پیچھے ایک بچے کو گود میں اٹھائے دوسرے کی انگلی پکڑے وہ بھی کھڑی تھی۔

"ماں! روٹی کب ملے گی؟"

"بس تھوڑی دیر۔۔۔" وہ کبھی کھڑی ہو جاتی تو کبھی نڈھال ہو کر بیٹھ جاتی، کبھی آنکھوں تلے اندھیرا چھانے لگتا، مگر پھر بچوں کی خاطر خود کو سنبھال لیتی۔ اب تو انتظار کرنا دوبھر ہو چکا تھا، مگر لائن ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ دو سے چار، چار سے چھ گھنٹے ہو چکے تھے۔ اتنے میں اعلان ہوا راشن ختم ہو چکا ہے۔

عرصے میں یہودیوں نے اسرائیل کو بڑھاتے بڑھاتے ایک وسیع رقبے پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت اسرائیل کا کل رقبہ 8,630 مربع میل (22,145 مربع کلومیٹر) ہے۔

لیکن یہ قصہ یہیں مکمل نہیں ہوتا۔۔۔ صیہونی ریاست نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ان کا مقصد "گریٹر اسرائیل" کا قیام ہے، جس کے زیرِ اثر تمام عرب ممالک ہوں اور مسجدِ اقصیٰ کو شہید کر کے حضرت سلیمان علیہ السلام کی قائم کردہ عبادت گاہ "ہیکلِ سلیمانی" کی تعمیر کرنا ہے۔

صیہونی طاقتیں اپنے مسیحا "دجال" کی منتظر ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ ہیکل کی تعمیر کے بعد تختِ داؤد علیہ السلام وہاں نصب کیا جائے گا اور ان کے مسیحا کے آنے کے بعد وہ وہاں سے دنیا پر حکومت کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آج صیہونی انسانیت کی بنیادی تعلیمات کو بھلائے بے دردی سے معصوم فلسطینیوں کے قتلِ عام میں مصروفِ عمل ہیں۔ گزشتہ ایک ماہ کے عرصے میں ہزاروں کی تعداد میں بچوں اور عورتوں کو نشانہ بنایا جا چکا ہے۔

جنگ کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں، لیکن طاقت کے نشے میں چور صیہونیت کے علم بردار ہر شے کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے مشن کے لیے ہر حد سے گزرنے کو تیار ہیں۔ جانوروں تک کے لیے تنظیمیں بنانے والے انسانوں کی اس بے دریغ تباہ حالی پر خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں۔

52 اسلامی ممالک ایک چھوٹی اور غیر قانونی طور پر قائم پزیر ریاست کے سامنے گھٹنے ٹیکے، ابابیلوں کی مدد کے منتظر ہیں۔ کسی نے بالکل درست کہا تھا کہ ان حالات میں اگر اللہ تعالیٰ نے ابابیلوں کو بھیجا بھی تو وہ کنکر یہود پر نہیں ان ہماری بے حسی کے باعث ہم پر برسائیں گے۔

یہ امتِ مسلمہ کا امتحان ہے کہ ہم اس آزمائش کی گھڑی میں کس کا انتخاب کرتے ہیں۔ بے شک میں اور آپ ہتھیار اٹھا کر جہاد کے لیے نہیں نکل سکتے، لیکن اس کے باوجود بہت کچھ ہمارے ذمہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر محاصرہ کر کے یہودیوں کا غلہ روکا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ہم بھی اسرائیلی مصنوعات بائیکاٹ کریں اور ان کے معیشت کو مستحکم نہ رہنے دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مظلوم مسلمانوں کی حمایت اور ان کے حق میں دعا کرتے رہنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

اے امتِ محمد ﷺ یہ جاگنے کا وقت ہے۔ یہ وقت ہے کہ ہم فیصلہ کریں کہ ہم کس لشکر میں سے ہیں۔ یہ میرے اور آپ کے ایمان کی آزمائش ہے۔ یہ فیصلے کی گھڑی ہے۔ کیا آپ دجال کی جنت کا انتخاب کر کے دنیا کا لطف حاصل کرنا چاہتے ہیں یا اس دنیا میں مشکل اٹھا کر آخرت کی راحت؟ اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے۔۔۔!!

قرآنِ کریم سے مناسبت

سیّد رشید عطا

رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ وَیَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ وَاحۡلُلۡ عُقۡدَۃً مِّنۡ لِّسَانِیۡ یَفۡقَهُوۡا قَوۡلِیۡ ”اے میرے رب! میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کر اور میری زبان سے گرہ کھول دے کہ میری بات سمجھ لیں۔“

اِنَّہٗ لَقُرۡاٰنٌ کَرِیۡمٌ ”بے شک یہ قرآن بڑی شان والا ہے۔“ فِیۡ کِتٰبٍ مَّکۡنُوۡنٍ ”ایک پوشیدہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔“ لَّا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَہَّرُوۡنَ ”جسے بغیر پاکوں کے اور کوئی نہیں چھوتا۔“ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ”پروردگارِ عالم کی طرف سے نازل ہوا ہے۔“

جب یہ کتاب رہ بری کے لیے نازل کی گئی تو اس کو آسان کرنا بھی ضروری تھا، جیسا کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَہَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ (القمر: 17)

”اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان بنادیا ہے، اب کیا کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے۔“

قرآن مجید میں کل 114 سورتیں ہیں اور ان کی دو اقسام ہیں۔

1 **مکی سورتیں:** ان سورتوں کی تعداد 86 ہے۔ مکی سورتیں وہ کہلاتی ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں۔

2 **مدنی سورتیں:** ان سورتوں کی تعداد 28 ہے۔ مدنی سورتیں وہ کہلاتی ہیں جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں۔

قرآنِ پاک میں چند سورتیں ایسی ہیں، جن کے نام ایک سے زائد ہیں، مثال کے طور پر۔۔۔

1 **الفَاتِحَۃ:** سورۂ فاتحہ مکی سورت ہے اور اس میں کل سات (7) آیات ہیں۔ ترتیبِ نزولی کے اعتبار سے یہ 5ویں سورت ہے، جبکہ ترتیب کتابی کے اعتبار سے یہ پہلی سورت ہے۔ اس کا نام ”الفاتحہ“ اس کے مضمون کی مناسبت سے ہے۔ فاتحہ اس چیز کو کہتے ہیں، جس سے کسی مضمون یا کتاب یا کسی شے کا افتتاح ہو۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیے کہ یہ نام ”دیباچہ“ اور آغازِ کلام کا ہم معنی ہے۔ اسے اُمّ الکتاب اور اُمُّ القرآن بھی کہا جاتا ہے۔ اس سورت کے متعدّد نام ہیں: فاتحہ، فاتحۃ الکتاب، سورۃ الکنز، کافیۃ، وافیۃ، شافیۃ، شفا، سبع مثانی، نور، رُقیۃ، سورۃ الحمد، سورۃ الدعا، تعلیم المسئلہ، سورۃ المناجاۃ، سورۃ التفویض، سورۃ السوال، فاتحۃ القرآن، سورۃ الصلوۃ۔

2 **المائدۃ:** یہ مدنی سورت ہے۔، اس کی 120 آیات ہیں اور 16 رکوع ہیں۔ ترتیبِ کتابی کے اعتبار سے قرآنِ کریم کی پانچویں سورت ہے، جبکہ ترتیبِ نزولی کے اعتبار سے قرآنِ کریم کی ایک سو بارہویں سورت ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کے تین مشہور نام مندرجہ ذیل ہیں۔

◆ **عقود:** عقد کی جمع ہے اور عقد کا معنٰی ہے وعدہ۔ اس سورۂ مبارکہ کی پہلی آیت میں عقود کا ذکر آیا ہے۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ اُحِلَّتۡ لَکُمۡ بَہِیۡمَۃُ الۡاَنۡعَامِ اِلَّا مَا یُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ غَیۡرَ مُحِلِّی الصَّیۡدِ وَ اَنۡتُمۡ حُرُمٌ اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ مَا یُرِیۡدُ

◆ **مائدہ:** کھانوں سے بھرا دسترخوان! آیتِ مبارکہ 114 میں لفظ المائدۃ آیا ہے۔ قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ اللّٰہُمَّ رَبَّنَاۤ اَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوۡنُ لَنَا عِیۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰیَۃً مِّنۡکَ وَ ارۡزُقۡنَا وَ اَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ (114)

◆ **نُجیہ:** عذابِ الٰہی سے بچانے والی، نجات دینے والی۔

3 **سورۃ التوبۃ یا سورۃ بَرَآءَۃٌ:** یہ مدنی سورت ہے۔ اس میں کل 129 آیات اور 16 رکوع ہیں۔ قرآنِ حکیم کی واحد سورت ہے، جس کے آغاز میں بسم اللہ نہیں ہے۔ ترتیبِ کتابی کے اعتبار سے نویں سورت ہے، جبکہ ترتیبِ نزولی کے اعتبار سے ایک سو تیرہویں سورت ہے۔ یہ دسویں اور گیارہویں پارے میں ہے۔ بَرآءَۃٌ کا لفظ اس سورت کی پہلی آیت میں آیا ہے بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖۤ اِلَی الَّذِیۡنَ عٰہَدۡتُّمۡ مِّنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ (1) ”توبہ“ یہ عربی زبان کا لفظ ہے، اس کے حقیقی معنی ”رجوع کرنے“ کے ہیں اور البراءۃ کا معنی ”کسی سے بَری اور بیزار ہونا ہے۔“

4 **سورۃ بنی اسرائیل یا سورۃ الاسراء:** یہ مکی سورت ہے اور اس میں کل 111 آیات اور 12 رکوع ہیں۔ ترتیبِ کتابی کے اعتبار سے یہ سترہویں سورت ہے، جبکہ ترتیبِ نزولی کے اعتبار سے پچاسویں سورت ہے۔ یہ سورت پندرہویں پارے میں ہے۔ الاسراء کا لفظ اس سورۂ مبارکہ کی پہلی آیت میں آیا ہے سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَی الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ (1)
اس سورۂ مبارکہ کی آیت نمبر 4 میں بنی اسرائیل کا ذکر ہے وَقَضَیۡنَاۤ اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ فِی الۡکِتٰبِ لَتُفۡسِدُنَّ فِی الۡاَرۡضِ مَرَّتَیۡنِ وَلَتَعۡلُنَّ عُلُوًّا کَبِیۡرًا (4) ”اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات بتلادی تھی کہ تم ضرور ملک میں دو مرتبہ خرابی کروگے اور بڑی سرکشی کروگے۔“ آیت 4 کے فقرے وَقَضَیۡنَاۤ اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ فِی الۡکِتٰبِ سے لیا گیا ہے، مگر اس میں موضوعِ بحث بنی اسرائیل نہیں ہے، بلکہ یہ نام بھی اکثر قرآنی سورتوں کی طرح صرف علامت کے طور پر رکھا گیا ہے۔

5 **سورۃ المؤمن یا سورۃ الغافر:** یہ مکی سورت ہے اور اس میں کل 85 آیات اور 9 رکوع ہیں۔ ترتیبِ کتابی کے اعتبار سے یہ چالیسویں سورت ہے، جبکہ ترتیبِ نزولی کے اعتبار سے یہ ساٹھویں سورت ہے۔ یہ سورت چوبیسویں پارے میں ہے۔ الغافر کا لفظ اس سورۂ مبارکہ کی دوسری آیت میں آیا ہے غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَ قَابِلِ التَّوۡبِ شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ ذِی الطَّوۡلِ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ (3) گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا، قدرت والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔
غَافر کے معنی ہیں ”بخشنے والا۔“ اس سورت میں آلِ فرعون کے مومن کے بارے میں گفت گو ہونے کی وجہ سے اسے سورۂ مومن بھی کہتے ہیں۔

6 **سورۂ حٰمٓ السجدۃ یا سورۂ فُصِّلَت:** یہ مکی سورت ہے اور اس میں کل 54 آیات اور 6 رکوع

● بقیہ صفحہ نمبر 14 پر

صدقہ مصیبتیں ٹالتا ہے

حکیم شمیم احمد

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”صدقہ دینے میں جلدی کرو، اس لیے کہ بلائیں صدقات کو نہیں پھلانگ سکتیں۔“ امراض سے بچاؤ کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا اپنی جگہ مسلم ہے اور آقائے دوجہاں حضرت محمد ﷺ کا قولِ مبارک بھی اپنی جگہ اٹل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مریضوں کا صدقہ کے ذریعہ علاج کرو۔“ جب کسی کا لختِ جگر موذی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ڈاکٹر صاحبان مریض کے والدین کو بتاتے ہیں کہ رپورٹ بہت خراب آئی ہے تو ان کے پیروں تلے زمین نکل جاتی ہے اور وہ حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ میں ایک دن ہسپتال کے لاؤنج میں بیٹھا ہوا تھا، قریب ہی دو نوجوان ڈاکٹر آپس میں گفت گو کر رہے تھے کہ ”ہم بڑی آسانی سے بنا سوچے سمجھے مریض کے لواحقین کو بتا دیتے ہیں کہ رپورٹ کے مطابق مریض سنگین بیماری میں مبتلا ہے اور علاج مشکل ہے، ہمارے اس طرح کہنے سے مریض کے لواحقین جب راتیں بے چینی اور کرب میں جاگ کر گزارتے ہیں تو اُس کا ہم اللہ کو کیا جواب دیں گے؟“ میں اُن کی گفت گو سن کر بہت متاثر ہوا کہ ان کے دل میں اللہ کے حضور جواب دہی کا کتنا خوف ہے۔ اس مضمون کی مناسبت سے ایک سچا واقعہ تحریر کر رہا ہوں جو شیخ صالح تقی کے ساتھ پیش آیا اُن ہی کی زبانی سنیے:

میرا بیٹا جس کی عمر 5 سال تھی، اسے بخار ہو گیا، مختلف ادویات دینے کے باوجود اسے کوئی افاقہ نہ ہوا، وقت گزرنے کے ساتھ اس کے بخار کی شدّت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ڈاکٹروں نے ہدایت کی کہ اس بچے کا میڈیکل ٹیسٹ کروائیں، تاکہ مرض کی صحیح تشخیص ہو سکے، چناں چہ جب ٹیسٹ کروائے گئے تو رپورٹ انتہائی پریشان کن تھی۔ بچہ ایک موذی مرض میں مبتلا تھا، جس کا علاج اگر نا ممکن نہیں تو انتہائی مشکل ضرور تھا۔ ادھر بچے کی حالت بگڑ رہی تھی اور مجھ پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے، نہ دن کو چین تھا نہ رات میں سکون۔ ہر وقت بچے کی اذیت بھری شکل نظروں میں گھوم رہی تھی، پھر اچانک میرے ذہن میں اُمید کی کرن پھوٹی اور میری توجہ رسول ﷺ کے اس فرمان کی طرف گئی، حدیث میں آیا ہے دَاوُوْا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ ترجمہ: ”اپنے مریضوں کا صدقے سے علاج کرو۔“ میں رات کے وقت حسبِ معمول تہجد کے لیے اُٹھا، میں نے سوچا کہ رات کی تاریکی میں صدقہ کرنا چاہیے، تاکہ میرے صدقے کے بارے میں کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو، چناں چہ میں کسی ضرورت مند کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ موسم انتہائی سرد تھا، لوگ اُس وقت اپنے بستروں میں لحاف اوڑھے نیند کے مزے اُڑا رہے تھے، مجھے تلاشِ بسیار کے بعد کوئی شخص نظر نہیں آیا، صرف ایک خوب صورت سفید بلی تھی جو اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی، وہ چہرے سے بھوکی معلوم ہو رہی تھی، میں گھر گیا اور گوشت کے چند ٹکڑے لا کر اُس کے سامنے ڈال دیے، اسی اثنا میں فجر کا وقت ہو گیا، بعد میں تھوڑی دیر کے لیے لیٹ گیا، جلد ہی میری آنکھ لگ گئی، میں نے عجیب و غریب خواب دیکھا، ایک بہت بڑا سیاہ رنگ کا کوّا میرے بچے پر حملہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور بچہ چیخ و پکار کر کے مدد کے لیے پکار رہا تھا کہ اچانک سے ایک طرف سے یہی سفید بلی نکلتی ہے اور کوّے پر حملہ آور ہو کر اُس کے ٹکڑے کر دیتی ہے اور بچہ بالکل محفوظ رہتا ہے۔ میں بیدار ہو کر سب سے پہلے بیٹے کے پاس گیا، مجھے اپنے بیٹے کے چہرے پر تازگی اور صحت کے آثار نظر آئے، اُس کا بخار اتر چکا تھا، میں اُسے ڈاکٹر کے پاس لے گیا، ڈاکٹر بھی حیران رہ گیا، اُس نے بچے کے دوبارہ ٹیسٹ کروائے، اس مرتبہ اس کے تمام ٹیسٹ ٹھیک تھے، اس موذی مرض کا دور دور تک کوئی نشان نہیں تھا، میں نے اُس پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ اب اللہ کے فضل سے وہ بچہ جوان ہو چکا ہے اور وہ حافظِ قرآن اور عالمِ دین بن چکا ہے۔ میں جب بھی اُس پر نگاہ ڈالتا ہوں، میری نظروں کے سامنے یہ واقعہ گھوم جاتا ہے، میں یہ واقعہ اس لیے بیان کر رہا ہوں، تاکہ قارئین اس سے سبق حاصل کریں اور اس رَوِش کو اپنا کر دنیا اور آخرت میں فلاح پا سکیں۔

گاؤں میں ایک خاتون تھیں، جب وہ بیاہ کر سسرال آئی تو اس گھر میں اتنی غربت تھی کہ دو وقت چولہا مشکل سے جلتا تھا، مگر اس خاتون کے آنے کے بعد اس گھر کے حالات بدلنا شروع ہو گئے اور پورے گاؤں کے لوگ حیران تھے کہ ایسی کیا بات ہوئی جو ان کے حد سے بگڑے ہوئے معاشی اور گھریلو حالات میں اچانک اتنی تبدیلی آ گئی، جبکہ مشکل سے دو وقت کی روٹی میسر آتی تھی، کہاں یہ عالم کہ کوئی سائل ضرورت مند اس خاتون کے گھر سے خالی ہاتھ نہیں جاتا، ان کے قریب ہی ایک پڑوسی نے سبب معلوم کرنے کے لیے اس خاتون کے شوہر جن کو وہ نذیر چچا کہا کرتے تھے، ان کی دکان پر ملنے گیا، بچپن سے میری یہ عادت رہی کہ جب میں کسی بات کو سمجھ نہیں پاتا تو اس کی ٹوہ میں لگا رہتا تھا، نذیر چچا کی دکان کلکتہ شہر کے ایسے علاقے میں تھی جو کوئی معروف اور مشہور حیثیت نہیں رکھتا تھا، ان کی دکان کے سامنے کھیل کا میدان تھا، اس کے پاس ہی ان کی پان بیڑی کی دکان تھی، میں جس وقت ان کی دکان پر گیا تھا دو آدمی بیڑی بنانے میں مشغول تھے اور نذیر چچا پان بنانے اور لگانے میں۔۔۔ وہ بہت خوش ہوئے دکان میں بٹھا لیا۔ باتوں باتوں میں میں نے ان سے پوچھا کہ ”چچا! بس آپ کی یہی چھوٹی سی دکان ہے۔“ بولے: ”ہاں بیٹا! اللہ تعالیٰ اس میں خیر و برکت دیتا ہے۔“ میں نے ان سے پوچھا کہ ”پورے گاؤں میں یہ بات سب جانتے ہیں کہ آپ کے گھر سے کوئی خالی نہیں جاتا اور چچی سب سائلوں اور مانگنے والوں کو مٹھی

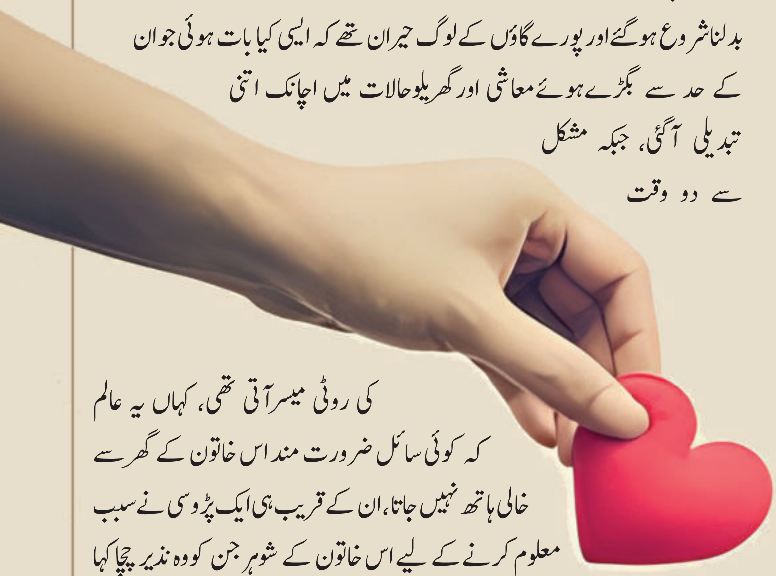

بند کر کے ریزگاری دیتیں ہیں، آخر یہ کیا بات ہے؟" بولے: "بیٹا! وہ ایسا اس لیے کرتی ہیں کہ ان کے پاس ضرورت مندوں کو دینے کے لیے ریزگاری ہی ہوتی ہے۔" اتنا کہہ کر نذیر چچا نے دکان میں رکھے ہوئے ایک ٹین کے ڈبے کی طرف اشارہ کیا، وہ ڈبہ دیکھتے ہو جس دن سے یہ دکان کھولی ہے، اللہ کا نام لے کر اس روز سے آج تک میرا یہ معمول ہے کہ روزانہ جو بِکری ہوتی ہے تو شام کو اس کا حساب کر کے ہر روپیہ پر ایک پیسہ غریبوں کے لیے نکال کر ڈبے میں ڈال دیتا ہوں، جب یہ ڈبہ بھر جاتا ہے تو تمہاری چچی کے پاس بھجوا دیتا ہوں۔ ان کی زبان سے یہ سب کچھ سننے کے بعد مجھ پر یہ راز کھل گیا کہ پڑوس میں رہنے والی میری چچی کی خوش حالی اور سخاوت کا راز کیا تھا؟ گاؤں میں کوئی بھی مسافر اگر مسجد میں قیام کرتا تو امام صاحب چچی کے گھر خبر بھجوا دیتے۔ مسافر جتنے دن رہتے ان کا دونوں وقت کا کھانا ان کے گھر سے جاتا، اگر زادِ راہ کی ضرورت پڑتی تو وہ بھی بھجوا دیتیں۔

نذیر چچا گھریلو اخراجات کے لیے ہر ماہ تین سے چار سو روپے چچی کو دیتے تھے۔ آپ اندازہ کریں کہ یہ اس زمانے کی بات ہے جب اعلیٰ قسم کا چاول ایک روپے کا دس سیر، گائے کا گوشت چھ پیسے میں ایک سیر ملا کرتا تھا۔ ارزانی کے اس دور میں بھی جس گھر کے اخراجات چار سو روپے ہوں، وہ گھر کتنا خوش حال ہوگا۔ بقر عید کے موقع پر قصاب گاؤں میں جھنڈ کے جھنڈ گائے بیل فروخت کرنے آتے، گاؤں پہنچ کر وہ سب چچی کے پاس جاتے، اس لیے کہ ان کو یہ معلوم تھا کہ قربانی کے لیے ان سے زیادہ موٹا تازہ جانور گاؤں میں کوئی اور نہیں خریدے گا۔ یہ اس گاؤں کا حال تھا، جہاں بڑے بڑے زمیں دار بھی تھے، اعلیٰ عہدوں پر فائز حضرات بھی، خان بہادر، ڈاکٹر، انجینئر بھی، مگر اللہ کی راہ میں دینے اور لٹانے والی صرف میرے پڑوس کی چچی ہی تھیں۔ یہ نہ سمجھیے کہ ان کے دینے دلانے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا سلسلہ صرف روپے میں ایک پیسہ تک محدود تھا، زکوٰۃ اور صدقات دینا اس کے علاوہ تھا، اس گھر کی وہ خاتون گاؤں کی سب سے مخیّر اور ضرورت مندوں کے کام آنے والی کیسے بن گئی! اس راز کو سمجھنے اور پانے کے لیے ہم سب کو کوشش کرنی چاہیے، اس راز کو اللہ تعالیٰ نے صدیوں پہلے قرآنِ حکیم میں کھول کر بیان کر دیا۔ ارشادِ ربانی ہے: "جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔" (البقرۃ)

"کون ہے جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، تاکہ اللہ اسے بڑھا کر کئی گناہ واپس کرے۔" (الحدید)

بقیہ

قرآنِ کریم سے مناسبت

ہیں۔ ترتیبِ کتابی کے اعتبار سے یہ اکتالیسویں سورت ہے، جبکہ ترتیبِ نزولی کے اعتبار سے اکسٹھویں سورت ہے۔ یہ سورت 24 اور 25 پارے میں ہے۔

اس سورت کا نام "فُصِّلَت" ہے، جس کے معنی "فصیح بیان اور عبارت" کے ہیں، یہ اس کی تیسری آیت میں آیا ہے، اسی مناسبت سے اس سورت کا نام "فُصِّلَت" رکھا۔ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ (3) ایسی کتاب جس کی آیتیں جدا جدا بیان کی گئ ہیں، یعنی قرآن عربی ان لوگوں کے لیے جو سمجھ رکھتے ہیں۔

سورۂ فُصِّلَتْ کو "سورۂ سجدۃ" او "سورۂ مصابیح" بھی کہا جاتا ہے۔

7 سورۂ دہر' یا' سورۂ الانسان: یہ مدنی سورت ہے اور اس میں کل 31 آیات اور 2 رکوع ہیں۔ ترتیبِ کتابی کے اعتبار سے چھیترویں سورت ہے، جبکہ ترتیبِ نزولی کے اعتبار سے اٹھانویں سورت ہے۔ یہ سورت انتیسویں پارے میں ہے۔ الانسان کا لفظ اس سورۂ مبارکہ کی پہلی آیت میں آیا ہے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا (1) "انسان پر ضرور ایک ایسا زمانہ بھی آیا ہے کہ اس کا کہیں کچھ بھی ذکر نہ تھا۔"

دہر عربی کا لفظ ہے اور اس کے معانی ہیں "دنیا، کائنات، زمانہ، عصر" وغیرہ۔

8 سورۂ محمد یا سورۃ القتال: یہ مدنی سورت ہے اور اس میں کل 38 آیات اور 4 رکوع ہیں۔ ترتیبِ کتابی کے اعتبار سے یہ سینتالیسویں سورت ہے جبکہ ترتیبِ نزولی کے اعتبار سے پچانویں سورت ہے۔ یہ سورت چھبیسویں پارے میں ہے۔

القتال کا لفظ اس سورۂ مبارکہ کی آیت نمبر 20 میں آیا ہے۔

وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ فَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِیْهَا الْقِتَالُ رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یَّنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاَوْلٰى لَهُمْ (20) اور کہتے ہیں وہ لوگ جو ایمان لائے کوئی سورت کیوں نہیں نازل ہوئی، سو جس وقت کوئی صاف (مضمون) کی سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں جہاد کا بھی ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری (نفاق) ہے، آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں، جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو، پس ایسے لوگوں کے لیے تباہی ہے۔

اس سورۂ مبارکہ کا موضوع اہلِ ایمان کو جنگ کے لیے تیار کرنا اور ان کو اس سلسلے میں ابتدائی ہدایات دینا تھا۔ اسی مناسبت سے اس کا نام سورۂ قتال بھی رکھا گیا ہے۔

9 سورۂ الم نشرح یا سورۃ الشرح: یہ مکی سورت ہے اور اس میں کل 8 آیات اور 1 رکوع ہے۔ ترتیبِ کتابی کے اعتبار سے چورانویں سورت ہے، جبکہ ترتیبِ نزولی کے اعتبار سے بارہویں سورت ہے۔ یہ سورت تیسویں پارے میں ہے۔ الشرح کا لفظ اس سورۂ مبارکہ کی پہلی آیت میں آیا ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (۱) "کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا۔"
نَشْرَحْ عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے کے معنی ہیں ظاہر ہونا، صریح ہونا، اظہر من الشّمس ہونا، مشہور ہونا۔

10 سورۃ اللھب یا سورۃ المسد: یہ مکی سورت ہے اور اس میں کل 5 آیات اور 1 رکوع ہے۔ ترتیبِ کتابی کے اعتبار سے ایک سو گیارہویں سورت ہے، جبکہ ترتیبِ نزولی کے اعتبار سے چھٹی سورت ہے۔ یہ سورت تیسویں پارے میں ہے۔ المسد کا لفظ اس سورۂ مبارکہ کی آخری آیت میں آیا ہے فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ (5)

یہ سورت جو مکہ میں اور تقریباً پیغمبرِ اسلام کی نبوّت کی دعوت کے آغاز میں نازل ہوئی۔ یہ واحد سورت ہے، جس میں نبی آخر الزماں ﷺ اور اسلام کے دشمنوں میں سے اس زمانہ کے ایک دشمن (یعنی ابولہب) پر نام لے کر سخت حملہ کیا گیا ہے اور اس کا مضمون اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ اسے پیغمبرِ اسلام کے ساتھ خصوصی عداوت تھی۔

المسد کے مختلف معنی اہلِ لغت اور مفسّرین نے بیان کیے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ خوب مضبوط بٹی ہوئی رسّی کو مسد کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ کھجور کی چھال سے بنی ہوئی رسّی کے لیے یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس کے معنی ہیں، مونجھ کی رسّی یا اونٹ کی کھال یا اس کے صوف سے بنی ہوئی رسّی۔

مفتی محمد توحید

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

جہاز میں ایک دن کا سفر بغیر محرم کیوں ناجائز ہے؟

سوال: یہ مسئلہ بیان کیا جاتا ہے کہ "اگر اڑتالیس (48) میل (سوا ستتر کلومیٹر) یا اس سے زیادہ مسافت کا سفر ہو تو جب تک مردوں میں سے اپنا کوئی محرم یا شوہر ساتھ نہ ہو اس وقت تک عورت کے لیے سفر کرنا جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی عورت کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ تین راتوں کی مسافت (سوا ستتر کلومیٹر) کے بقدر سفر کرے، مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔"

پوچھنا یہ تھا کہ آج کل سفر زیادہ لمبا ہوتا ہے، لیکن اس میں ٹائم کم لگتا ہے۔ کیا اس صورت میں عورت اکیلی سفر نہیں کرسکتی؟ مثال کے طور پر امریکا کا سفر ستتر کلومیٹر سے زیادہ ہے، لیکن اس میں تین راتیں نہیں لگتیں، بلکہ 24 گھنٹے میں بندہ پہنچ جاتا ہے تو کیا اس سفر کے موقع پر بھی محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے؟

جواب: واضح رہے کہ جس زمانے اور ماحول میں اسلامی احکام نازل ہوئے، اس وقت سفر عموماً پیدل یا اونٹ پر کیا جاتا تھا، نیز قافلے کی صورت میں سفر ہوتا تھا۔ دورانِ سفر قافلے کے شرکا اور سواریوں کی ضروریات کا لحاظ رکھ کر مسافت طے کی جاتی تھی اور یومیہ ایک خاص وقت میں سفر کرکے بقیہ دن قافلے کو آرام اور تقاضے پورے کرنے کا وقت دیا جاتا تھا۔ اس اعتبار سے شریعت میں تین دن تین رات کے سفر کو مسافتِ سفر قرار دیا گیا۔

اب ایک دن رات میں (مذکورہ تفصیل کو ملحوظ رکھتے ہوئے) معتدل انداز میں سفر کرتے ہوئے کتنی مسافت طے کی جاسکتی ہے؟ اس کی تحدید میں فقہائے کرامؒ کی آرا مختلف ہیں: احنافؒ نے روایات کی روشنی میں تین دن تین رات سفر کی مسافت کی تحدید اڑتالیس میل (سوا ستتر کلومیٹر) بیان کی ہے۔

معلوم ہوا کہ سفر شرعی میں اصل اعتبار اُتنی مسافت کا ہے جو اُس زمانے میں تین دن تین رات میں طے ہوتی تھی نہ کہ اصل مقصود تین دن اور تین رات مسلسل سفر کرنا ہے، چناں چہ قدیم زمانے میں بھی "برید" (ڈاک کے گھوڑے) بہت تیز رفتاری سے اور مسلسل سفر طے کرکے پیغامات پہنچاتے تھے، لیکن اس کا اعتبار نہیں کیا گیا، لہٰذا موجودہ دور میں بھی اگر یہی مسافت تیز رفتار سواری سے ایک گھنٹے یا چند منٹ میں ہی طے کرلی جائے یا آیندہ دور میں اس سے بھی کم وقت میں طے کرلی جائے، تب بھی اتنی ہی مسافت کا اعتبار کیا جائے گا۔

مذکورہ تفصیل کی رُو سے عورت کا محرم کے بغیر سوا ستتر کلومیٹر سے زیادہ سفر کرنا جائز نہیں ہے، چاہے وہ اپنی مطلوبہ منزل پر تین دن سے پہلے ہی کیوں نہ پہنچ جائے۔

"حقِ شفعہ" کسے کہتے ہیں۔۔۔

سوال: حقِ شفعہ کی تعریف بتادیں!

جواب: "شفعہ" کے لغوی معنی "ملانے" کے ہیں، جب کہ اصطلاحِ شرع میں: فروخت شدہ زمین کو قیمتِ فروخت کے عوض مشتری اوّل کی رضامندی کے بغیر خرید کر مالک بن جانا، شفعہ کہلاتا ہے۔ جس کے کل دو اسباب ہیں:

1. شرکت اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ
2. پڑوس

وضاحت: فروخت شدہ زمین میں بعض وہ صورتیں بھی داخل ہیں، جہاں ظاہر میں زمین کی بیع نہیں ہوتی، لیکن تبادلہ مالی کی وجہ سے وہ فروخت شدہ کے حکم میں ہوتی ہے۔

شفعہ کے لیے عدالت جانے کے بجائے امامِ مسجد سے فیصلہ کروانا

سوال: موجودہ دور میں شفعہ کے لیے قاضی (جج) کے پاس عدالت جانا ضروری ہے یا امام مسجد بھی فیصلہ کرسکتا ہے؟ کیوں کہ آج کل عدالتی نظام میں بعض اوقات دس، پندرہ سالوں تک فیصلہ نہیں ہوتا۔ براہِ کرم رہنمائی فرمائیں!

جواب: واضح رہے کہ کسی تنازع کے فریقین اگر ذاتی مجبوریوں یا دیگر وجوہات کی بنا پر اپنے تنازع کو حل کرنے کا اختیار حکومت کی کسی عدالت کے بجائے کسی شخص کو دیں تو شرعاً یہ "تحکیم" کہلاتا ہے۔ تحکیم کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ فریقین برضا ورغبت اپنے فیصلے کا اختیار حَکم کو دیں اور فیصلے سے قبل کوئی فریق بھی رجوع نہ کرے، چناں چہ اگر کسی فریق نے فیصلے سے قبل رجوع کیا اور حَکم کو تسلیم کرنے سے انکار کیا تو حَکم کا فیصلہ لازم نہ ہوگا اور اگر حَکم تحکیم کی جملہ شرائط کی رعایت کرتے ہوئے فیصلہ کرے تو وہ فیصلہ لازم ہوگا، چناں چہ فیصلے کے بعد کسی فریق کے لیے انکار کی گنجائش نہ ہوگی۔

صورتِ مسئولہ کے مطابق فریقین اگر شفعہ کے فیصلے کے لیے عدالت جانے کے بجائے امامِ مسجد کو برضا ورغبت اپنا حَکم بنائیں تو شرعاً یہ تحکیم کے حکم میں داخل ہے، چناں چہ تحکیم کی شرائط کی رعایت کے ساتھ حَکم جو فیصلہ کرے گا وہ فریقین پر ماننا لازم ہوگا۔

متعدد پڑوسیوں کا شفعہ کرنا

سوال: ایک آدمی نے گھر بیچ دیا ہے، جس کا راستہ سڑک کی طرف ہے اور اس گھر کے سامنے سڑک کے دوسری جانب گھر والا اس فروخت شدہ گھر کے دائیں بائیں اور پیچھے کی جانب

والے شفعہ کا دعویٰ کرتے ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ یہ گھر بطورِ شفعہ کس کو ملے گا؟کسی ایک کو ملے گا یا سب کو مشترکہ طور پر ملے گا؟

جواب: واضح رہے کہ شریعتِ مطہرہ کے رُو سے جن لوگوں کو حقِ شفعہ حاصل ہے ان کے چند مراتب ہیں:

سب سے پہلے شفعہ اس شخص کا حق ہے جو نفسِ مبیع میں شریک ہو، اس کے بعد جو حقِ مبیع میں شریک ہو، یعنی جو مشفوعہ گھر کے ساتھ خاص راستے اور پانی کی گزرگاہ میں شریک ہو۔ خاص راستے سے مراد ایسا راستہ ہے کہ اس راستے والوں کو دوسرے لوگوں کو اس راستے پر گزرنے سے منع کرنے کا حق حاصل ہو۔ تیسرے مرتبے پر جارِ ملاصق (وہ پڑوسی جس کا گھر اس مشفوعہ گھر کے ساتھ متصل ہو) کا حق بنتا ہے۔

ان تینوں میں سے اگر پہلا حق دار مطالبہ کرتا ہو تو دوسرے اور تیسرے کو حق حاصل نہیں اور اگر پہلا مطالبہ نہ کرے تو دوسرے کا حق بنتا ہے، جبکہ دوسرے کے مطالبہ نہ کرنے کی صورت میں تیسرے کا حق بنتا ہے، نیز اگر ایک ہی مرتبے کے متعدّد شفیع جمع ہو جائے تو سب کو برابر شفعہ کا حق حاصل ہو گا۔

صورتِ مسئولہ میں فروخت شدہ گھر اور اس کے سامنے سڑک کی دوسری جانب واقع گھر کے درمیان عام راستہ یعنی سڑک واقع ہے، اس لیے وہ جارِ ملاصق نہیں، لہٰذا اس کو شفعہ کا حق حاصل نہیں، جہاں تک اس گھر کے دائیں، بائیں اور پیچھے کی جانب واقع گھروں کا تعلق ہے تو چوں کہ وہ جارِ ملاصق کے زمرے میں داخل ہیں، اس لیے شفعہ کا حق ان تینوں کا بنتا ہے اور تینوں اس گھر میں برابر شفعہ کا حق رکھتے ہیں۔

بڑے بیٹے کے نام سے خریدی ہوئی دکان میں میراث کا حکم

سوال: میرا نام رضوان الدین ہے۔ ہم پانچ بہن بھائی ہیں اور ایک والدہ، جبکہ والد صاحب فوت ہو چکے ہیں۔

والد صاحب نے زندگی میں ایک دکان میرے بڑے بھائی کے نام سے خریدی تھی، خریداری کی پوری رقم والد صاحب کی تھی، لیکن بڑا بیٹا ہونے کی وجہ سے میرے بڑے بھائی کے نام سے خریدی۔

ابتدا میں دکان کرایہ پر خریدی گئی اور کرایہ والد صاحب لیتے رہے، کچھ عرصے بعد بڑے بھائی نے دکان پر خود کاروبار کیا، گھر سے دور ہونے کی وجہ سے دکان پھر کرایہ پر دے دی۔

گریجویٹی فنڈ میں وراثت کا حکم

سوال: ملازم کی وفات کے بعد گورنمنٹ کی جانب سے ملنے والے گریجویٹی فنڈ کا حکم کیا ہے؟ کیا اس میں وراثت جاری ہو گی؟

جواب: گریجویٹی فنڈ کی مد میں ملنے والی رقم کی ملازم کی تنخواہ سے کٹوتی نہیں کی جاتی، بلکہ یہ اس کی خدمات کے اعتراف اور مالی تعاون کی نیت سے ملازم کو یا اس کے نہ ہونے کی صورت میں اس کی فیملی کے مخصوص افراد کو دی جاتی ہے۔ اس میں وراثت جاری ہونے یا نہ ہونے کے حوالے سے تفصیل درج ذیل ہے:

جو رقم ملازم نے اپنی زندگی میں وصول کر لی ہو، یا وہ زندگی میں قانونی طور پر اس کا اس طرح حق دار ہو گیا ہو کہ وہ اس کا مطالبہ کر سکتا ہو تو وہ رقم اس کے ترکے میں شامل ہو کر ورثا میں تقسیم ہو گی، جبکہ وہ رقم جو اس کی زندگی میں اسے نہ ملی ہو اور نہ قانونی طور پر وہ اس کا اس طرح سے مستحق بنا ہو کہ اس کے مطالبے کا اسے حق حاصل ہو گیا ہو، بلکہ اس کی وفات کے بعد ادارے کی جانب سے اس کی فیملی کے مخصوص افراد کے نام جاری ہوئی ہو تو اس میں وراثت جاری نہیں ہو گی، بلکہ خاص انہی افراد کی ملکیت ہو گی جن کے نام ادارے کی جانب سے جاری کی گئی ہو۔

لہٰذا مذکورہ صورت میں اگر ملازم زندگی میں ہی اس رقم کا حق دار بن چکا تھا تو اس میں وراثت جاری ہو گی اور اگر وہ زندگی میں اس رقم کا اس طرح سے مستحق نہیں بنا تھا کہ اسے اس کے مطالبے کا حق حاصل ہو گیا ہو، بلکہ اس کے مرنے کے بعد اس کی فیملی کے مخصوص افراد کے نام جاری ہوئی ہو تو پھر یہ رقم میراث میں تقسیم نہیں ہو گی، بلکہ ادارے کی جانب سے جن افراد کے نام جاری کی گئی ہو، خاص ان کی ملکیت ہو گی۔

ایک سے زائد سجدۂ تلاوت

سوال: میں اکثر اوقات میں قرآنِ مجید کی تلاوت کرتا رہتا ہوں، چوں کہ میں دکان میں ہوتا ہوں، اس لیے سجدۂ تلاوت کا موقع نہیں ملتا اور بعد میں بھول جاتا ہوں۔ ابھی بہت سارے سجدے جمع ہو گئے ہیں، ادا کرنے کا طریقہ بتا دیجیے۔

جواب: صورتِ مسئولہ میں بہتر یہ ہے کہ جس وقت آیتِ سجدہ کی تلاوت کی جائے، اسی وقت سجدۂ تلاوت ادا کر لیا جائے۔ فقہائے کرامؒ نے کسی عذر کے بغیر سجدۂ تلاوت کو مؤخر کرنے کو مکروہِ تنزیہی (ناپسندیدہ) قرار دیا ہے، البتہ اگر کسی وجہ سے آیتِ سجدہ پڑھنے کے ساتھ سجدۂ تلاوت کرنا رہ جائے تو ایک ساتھ متعدد سجدۂ تلاوت کرنا بھی درست ہے۔

نیز ان سجدوں سے پہلے اس طرح نیت (دل میں ارادہ) کر لینا کافی ہو گا کہ میرے اوپر جو سجودِ تلاوت واجب ہیں، وہ سجدے ادا کر رہا ہوں۔ جتنے سجدے آپ پر واجب ہیں اگر ان کی تعداد متعین ہے تو بہتر، ورنہ اندازے سے کچھ زیادہ سجدے متعین کر کے سجدے ادا کر لیجیے۔ سجدۂ تلاوت کے لیے ہر سجدے سے پہلے کھڑے ہو کر سجدہ کرنا اور سجدہ کرنے کے بعد کھڑا ہونا ضروری نہیں ہے، بیٹھے بیٹھے بھی سجدے کیے جا سکتے ہیں، البتہ ہر سجدے میں جاتے اور اٹھتے ہوئے زبان سے تکبیر (اللہ اکبر) پر تلفظ کرنا ضروری ہے اور سجدے میں کم از کم تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ پڑھنا چاہیے۔

دجال کب آئے گا؟ کیا وہ اسی جدید (ٹیکنالوجی) دور میں آئے گا؟

سوال: دجال کب آئے گا؟ کیا وہ اسی جدید (ٹیکنالوجی) دور میں آئے گا؟ کیوں کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ زمانہ پھر قدیم دور (تیر اور تلوار والا زمانہ) میں لوٹ جائے گا، پھر دجال کا خروج ہو گا؟

جواب: واضح رہے کہ دجّال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد آئے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا وقت صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔

لکھی ہوئی تحریر نماز میں پڑھنے سے نماز کا حکم

سوال: نماز کی حالت میں لکھی ہوئی چیز پڑھ لی تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟

جواب: واضح رہے کہ نماز میں لکھی ہوئی تحریر زبان سے پڑھنے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، جس کا اعادہ کرنا ضروری ہے اور اگر زبان سے نہیں پڑھی، بلکہ دل ہی دل میں پڑھی ہے تو لکھی ہوئی تحریر زبان سے پڑھے بغیر محض دل سے پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

Perfect
AGAINST
Stubborn
STAINS
EXTRA POWER
50ml Extra Free
Perfect®
Glass Cleaner
منظّف زجاج
Anti-Streak
Anti-Dust
Anti-Fog
With Lemon Fragrance
550 ml ℮
Perfect®
www.perfectaerosols.com

اللہ کریم نے دنیا میں انسان کی وحشتیں دور کرنے کے لیے جہاں اسے معاشرے سے جوڑے رکھا، وہیں اسے نایاب رشتوں سے بھی نوازا۔ ان رشتوں میں سے ایک رشتہ دوستی کا بھی ہے، جو احساسات اور اخلاص سے مزیّن ہوتا ہے۔ اگر دوستی میں اخلاص اور احساس نہ ہو تو وہ زیادہ عرصے تک قائم نہیں رہتی۔ دنیا کے ایک نامور مصنف ڈیل کارنیگی کی مشہور زمانہ کتاب "How to Win Friends and Influence People" میں اس نے دوستی نبھانے کا ہنر سکھایا ہے، لیکن اس ہنر کی عملی تصویر ہمیں بہت پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ سے مل جاتی ہے۔

شفیق و مہربان: رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ ان کی زندگی کا ہر گوشہ، ہر پہلو ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ آپ ﷺ نہایت نرم خو اور خوش اخلاق تھے۔ چہرۂ مبارک کی چمک دیکھنے والے پر شفقت و محبت کا اثر ڈالتی۔ گفتگو کا انداز ایسا کہ سننے والا بآسانی سمجھ لیتا تھا۔ ہر بات نرمی سے فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کا معاملہ اپنے اصحاب کے ساتھ صرف معلّم و مربّی کا نہیں تھا بلکہ بحیثیتِ دوست بھی تھا۔ آپ اپنے اصحاب سے مزاح فرماتے، ان کی دل جوئی فرماتے اور ان کے غموں میں شریک رہتے۔ چناں چہ اللہ کریم نے آپ کے اسی وصف کو قرآنِ کریم میں یوں بیان کیا ہے: "(لوگو!) تمہارے پاس ایک ایسا رسول آیا جو تم ہی میں سے ہے، جس

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت دوست

رابعہ فاطمہ

کو تمہاری ہر تکلیف بہت گراں معلوم ہوتی ہے، جسے تمہاری بھلائی کی دھن لگی ہوئی ہے، جو مؤمنوں کے لیے انتہائی شفیق، نہایت مہربان ہیں۔" (التوبہ:128)

صحابۂ کرام کے ساتھ حضور ﷺ نہایت شفیق و مہربان تھے۔ انصاری صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: "رسول اللہ ﷺ سے کبھی کسی چیز کا سوال نہیں کیا گیا، جس کے جواب میں حضور نے لا (یعنی نہیں) فرمایا ہو۔"

انداز اظہار محبت: رسول اللہ ﷺ وقت فوقتاً اپنے اصحاب سے اظہارِ محبت فرمایا کرتے تھے اور یہ انداز دوستی کے رشتے کو مزید گہرا کرتا ہے، کیوں کہ اس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ دوسرا ہمارے لیے کس قدر اہم ہے، چناں چہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! قسم اللہ کی! مجھے تم سے محبت ہے۔ (نسائی)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں اظہارِ محبت فرمایا: سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے دن فرمایا: "کل میں جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا، جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ بھی اسے عزیز رکھتے ہیں۔" (متفق علیہ)

اچھے ناموں سے موسوم کرنا: اپنے دوستوں کو اچھے ناموں سے یاد رکھنا بھی ایک بہترین دوست ہونے کی نشانی ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تئیں اصحاب کے ناموں کو تبدیل فرما کر ان کو اچھے ناموں سے موسوم فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پہلے "عبد العزّیٰ (عُزّیٰ کا بندہ)" تھا، اللہ کے نبی نے اس کا نام عبد الرّحمٰن رکھا۔ (مستدرک حاکم) عزّیٰ عرب کا ایک مشہور بُت تھا۔ ایک صحابی کا نام "عبد الحَجر (پتھر کا بندہ)" تھا، اللہ کے نبی نے اس کا نام بدل کر اس کا "عبد اللہ" نام رکھا۔ (مصنف لابن ابی شیبہ) عبد الرّحمٰن ابن عوف کا نام جاہلیت میں "عبد الکعبۃ (یعنی کعبے کا بندہ)" تھا تو اللہ کے نبی نے اس کا نام "عبد الرّحمن" رکھا۔ (المعجم الکبیر)

چہرے پر مسکراہٹ: ملاقات پہلی ہو یا آخری ایک منفرد اور دیرپا تاثر چھوڑ جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیّبہ بتاتی ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے انھیں جب بھی دیکھا مسکراتا ہوا ہی دیکھا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سے میں دائرۂ اسلام میں داخل ہوا، اُس وقت سے حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے مجھے کبھی ملنے سے نہیں روکا، آپ ﷺ جب بھی مجھے دیکھتے تو چہرۂ انور تبسّم ریز ہو جاتا۔ میں نے آپ ﷺ سے گذارش کی کہ میں جم کر گھوڑے پر سواری نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر مارا اور دعا فرمائی: "اے اللہ! اِسے جمادے اور اِسے ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنادے۔" (متفق علیہ)

حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "میں نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ سے زیادہ مسکرانے والا کسی کو نہیں دیکھا۔" (ترمذی)

انداز مزاح: رسول اللہ ﷺ بعض اوقات صحابۂ کرام سے مزاح فرمایا کرتے تھے، لیکن ان کا اندازِ مزاح بھی منفرد تھا، جس میں امت کے لیے تعلیم ہے کہ دوستوں سے مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بول سکتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے اور میرا ایک بھائی تھا، جس کو ابو عمیر کہا جاتا تھا اور میرے خیال میں اُس کا دودھ چھڑایا جا چکا تھا، چناں چہ جب وہ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوتا تو آپ ﷺ فرماتے: "اے ابو عمیر! نغیر کا کیا بنا؟ نغیر (ایک پرندہ تھا جس) کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا (بعد ازاں وہ فوت ہو گیا تو آپ ﷺ اُس بچے کی دل جوئی اور مزاح کے لیے یہ فرماتے)" (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ہم سے مزاح فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں (مزاح میں بھی) سچی بات کے سوا کچھ نہیں کہتا۔" (صحیح بخاری)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: "بے شک میں مزاح کرتا ہوں، لیکن سچ بات کے علاوہ کچھ نہیں کہتا (یعنی مزاح میں بھی جھوٹی بات نہیں کرتا)"۔ (طبرانی)

عفو و درگزر کی صفت: کوئی بھی رشتہ بغیر عفو و درگزر کے دیرپا ثابت نہیں ہو سکتا، چناں چہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں نے دس سال نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گزارے، مگر نہ تو کبھی آپ مجھ پر ناراض ہوئے اور نہ کبھی مجھے ڈانٹا، بلکہ یہ بھی نہ فرمایا کہ یہ کام تو نے کیوں کیا؟ یا کیوں نہ کیا؟"

شکر کی ترغیب: ایک دوست جب دوسرے دوست کا شکریہ ادا کرتا ہے تو دونوں کے دل

ہمارے والدین نے ایک بات سکھا کے ہم پر بہت احسان کیا تھا اور وہ بات یہ تھی " کبھی کسی کے ساتھ موازنہ نہیں کرنا۔" فلاں کے پاس یہ ہے وہ ہے اور ہمارے پاس نہیں ہے، فلاں کے گھر میں یہ لگژریز ہیں اور ہمارے گھر میں نہیں ہیں، اس طرح کی سوچ انسان کو ناشکرا اور افسردہ بناتی ہے۔ ہمارے دین کی تعلیم تو یہ ہے کہ دین کے معاملے میں اپنے سے بہتر انسان کی طرف دیکھو تاکہ خود کو بہتر کر سکو اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے کم وسائل والے انسان کو دیکھو تاکہ اپنے پاس موجود نعمتوں کی قدر کر سکو۔ جب اپنے پاس موجود نعمتوں کی شکر گزاری کی جائے تو دل و دماغ بھی پُر سکون رہتے ہیں۔ دوسری طرف یہ موازنہ بھی درست نہیں کہ " میں یہ ہوں، میں نے یہ کام کیے ہیں، دوسرے نہیں کر رہے، لہٰذا میں ان سے برتر ہوں۔" اس طرح کا موازنہ انسان کو متکبر بنا دیتا ہے، کیوں کہ اس کیفیت میں انسان اپنے کاموں اور قابلیتوں کو زیادہ اہمیت دیتا ہے اور دوسروں کو حقیر اور فضول تصوّر کرنے لگتا ہے۔

در حقیقت، کاموں کو انجام دینے کی صلاحیت اور توفیق بھی رب العالمین کی عطا ہے، انسان کو اس پر شکر گذار ہونا چاہیے نہ کہ گھمنڈ میں مبتلا ہونا چاہیے۔ کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ " انسان اپنے اعمال کی وجہ سے جنّت میں نہیں جائے گا، بلکہ جس پر ربّ کریم رحمت فرمائے اور جنّت تمہارے اخلاص کی قیمت ہے۔" اپنے آپ پر فخر و غرور انسان کی صفت نہیں بلکہ شیطان کی ہے، جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا کہ " میں اس سے بہتر ہوں۔" خدا جسے چاہے جو درجہ عطا کر دے۔ تیسری طرح کا موازنہ ، دو انسانوں کے مابین کیا جاتا ہے کہ " فلاں ایسا ہے اور فلاں ایسا نہیں ہے۔ کوئی زیادہ خوب صورت ہے کوئی اتنا نہیں، کوئی زیادہ تعلیم یافتہ ہے کوئی کم ! کسی کے حالات موافق ، کسی کے آرام دہ ہیں اور کسی کے مخالف اور چیلنجنگ ہیں۔" کسی کے پاس مادی اسباب و وسائل زیادہ ہوں گے اور کسی کے پاس کم ہوں گے تو دونوں کی کارکردگی کا موازنہ بنتا نہیں ہے ۔ ہر ایک کی زندگی کا کمرۂ امتحان الگ الگ ہے۔ کسی نے کام کے دوران تکالیف اور آزمائشیں برداشت کیں اور کوئی ان کے بغیر ہی سب مرحلوں سے گذر گیا۔ یہ سوائے ربّ العالمین کے کون جان سکتا ہے۔ صلاحیتوں کے لحاظ سے بھی سب انسان مختلف ہوتے ہیں، کوئی اپنے موقف کا اظہار کرنے میں دبنگ ہوتا ہے اور کوئی خاموش طبع ! کوئی اپنی باتوں سے دوسروں کو مطمئن کرنے کا فن جانتا ہے اور کوئی سادگی سے صرف سچ بول دیتا ہے، خواہ کوئی یقین کرے یا نہ کرے۔ کس نے کون سا کام کس نیت سے کیا، ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ دلوں کے راز جاننے والی ذات صرف خدائے واحد کی ہے۔ انگریزی ادب کا ایک قولِ زرّیں ہے کہ " Beforeyoujudgemetrywalkingmyshoes" اور اردو میں کہتے ہیں کہ " جس تن لاگے، وہ تن جانے" لہٰذا ہر کوئی کسی دوسرے کو جانچ نہیں سکتا اور نہ اس کے اعمال کو تول سکتا ہے، کیوں کہ نیت کو جاننے والی اور دلوں کے راز جاننے والی ذات صرف خدائے واحد کی ہے۔

تاریخی واقعہ ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کسی کافر سے برسرِ پیکار تھے، دونوں میں جنگ جاری تھی کہ یک دم اس کافر نے کلمہ پڑھ لیا، مگر صحابی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ چل چکا تھا اور ان کے ہاتھ سے وہ بندہ قتل ہو گیا، جب یہ خبر حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ کو بہت رنج ہوا اور آپ نے اس صحابی کو بلایا، انھوں نے کہا کہ " یا رسول اللہ (ﷺ) ! اس نے اپنی جان کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا۔" آپ نے فرمایا کہ " تم نے اسے کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا؟ " اور آپ یہ بات دہراتے رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ " کیا تم نے اس کا دل چیر کے دیکھ لیا تھا؟ "

موجودہ دور کا یہ المیہ ہے کہ ہر کوئی دوسرے پر تبصرہ کرنا، کمنٹ کرنا اور جج کرنا معمول کی بات سمجھتا ہے، کسی کے بارے میں غلط الفاظ کہہ دینا، کسی پر اعتراض کر دینا، کسی کو دوسروں کی نظر سے گرا دینا، ہمارے دین کی تعلیم ہرگز نہیں ہے۔ قرآنِ پاک میں فرمایا گیا کہ " ہم نے بنی آدم کو عزت عطا فرمائی۔" (الاسراء : 70) یہ آیت واضح کرنے کو کافی ہے کہ انسان ایک معزّز مخلوق ہے۔ اعمال کو تولنے والا ترازو صرف ربُّ العالمین کے پاس ہے، کسی انسان کے پاس نہیں ہے، لہٰذا کبھی کسی کی ذات، اعمال، شخصیت کا موازنہ نہیں کرنا چاہیے ، کسی کے بارے میں رائے دینے میں احتیاط کرنی چاہیے۔ نجانے کس کی نیکی بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو جائے اور کسی کی نیکیوں کا ڈھیر بھی وہاں رد کر دیا جائے ! (یہ انفرادی معاملات کی بات ہے ، اجتماعی ذمہ داریوں کی نہیں ہے)

عصمت اسامہ

موازنہ

میں احترام اور محبت کا جذبہ مزید بڑھ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شکر کی ترغیب دی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: " جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔" (سنن ابی داؤد)

خلاصۂ کلام: رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات نے ہمیں سکھایا کہ ایک بہترین دوست دوسرے دوست کا آئینہ ہوتا ہے، جو اس کی دل جوئی کا سبب بنتا ہے، جو اس کے مشکل وقت میں اس کی ڈھال بنتا ہے، جو شکر و عفو در گزر جیسی صفات کو اپنا کر اس رشتے کو اور بھی مضبوط بناتا ہے۔ دوستی احساسات و جذبات سے مرقّع ہے اور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ بحیثیت دوست ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

NEW Zaiby Jewellers CLIFTON
Augmented
WITH MAGNIFICENCE
A trusted name in jewellery since 1974
50 years
OF EXCELLENCE
NEWZAIBYJEWELLERS
S-11, YOUSUF GRAND SQUARE,
BLOCK 8, CLIFTON, KARACHI
021 35835455
021 35835488

قلبی سکون

ام ایشاع

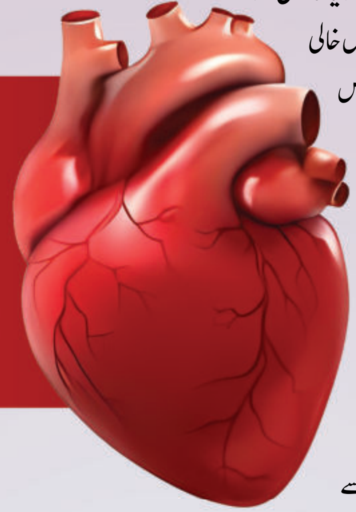

ہم دنیا میں چاہے کتنے بھی خوش ہوں، مطمئن ہوں لیکن کہیں نہ کہیں کوئی بے سکونی بے اطمینانی لاحق رہتی ہے۔ کوئی پھانس ہمیشہ دل میں چبھی رہتی ہے... کوئی ڈر کوئی خوف ہمارے لاشعور کو اپنی لپیٹ میں لیے رکھتا ہے۔

ہم اگر دنیادار ہیں، دولت کی فراوانی ہے، رات دن دنیاداری کے جھمیلوں میں مست ہیں تو دنیا کے چھوٹ جانے کا غم، سب سے آگے بڑھ جانے کا شوق، سب کچھ حاصل کر لینے کی ہوس ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ ایک کے بعد ایک خواہش پوری ہوتی رہتی ہے اور نئی نئی خواہشیں جنم لیتی رہتی ہیں... تمناؤں کا ایک طویل سلسلہ ہوتا ہے جس کو پورا کرنے کے لیے ہم دن رات کوشاں رہتے ہیں اور اسی غم میں گھلتے رہتے ہیں۔ ہم دوسرے لوگوں کو بظاہر خوش اور مطمئن نظر آتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم اندر سے بے چین و بے قرار ہوتے ہیں۔

ہم اگر دین دار ہیں... شب و روز دین پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں، اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتے ہیں، اپنی آخرت سنوارنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں... لیکن اس کے باوجود بھی دنیا کے کچھ غم ایسے ہیں جو ہمیں ستاتے ہیں، تکلیف دیتے ہیں۔ کبھی بیماریاں، کبھی معاشی تنگی، کبھی لوگوں کے نازیبا رویے اور کلیجہ چیرتی ہوئی باتیں... کبھی نادانستگی میں دوسروں سے لگائی ہوئی امیدیں جو پوری نہ ہوئیں.... اور ایک وہی مشترکہ غم جو امیر غریب دونوں کو لاحق ہے یعنی زیادہ سے زیادہ دنیا حاصل کر لینے کا شوق! اس تمنا سے کوئی دل خالی نہیں (ہاں مگر وہ جن پر اللہ کا خاص فضل و کرم ہو)۔ آج یہ ہے توکل وہ نہیں، جو مل گیا اس پر اطمینان نہیں، جو نہیں ملا اس کے غم میں زندگی ہلکان ہے۔

الغرض کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی صورت میں کوئی نہ کوئی غم پریشانی ہمیشہ دامن گیر رہتی ہے۔

ہم بہت خوش ہو کر بھی دل سے خوش نہیں ہو پاتے... ہمارے وجود کے نہاں خانوں میں ایک بے نام سا سناٹا چھایا رہتا ہے۔

لیکن ان سب حالات کے باوجود ہم پر اللہ رب العالمین کا ایک خصوصی کرم یہ ہے کہ... ہم جب کبھی کسی بند گلی میں آ کھڑے ہوتے ہیں تو سوچتے ہیں... چلو چھوڑو... اللہ ہے نا!! وہ سب ٹھیک کر دے گا۔ ہوگا تو وہی جو اس نے تقدیر میں لکھ دیا. یعنی جب ہماری ساری کوششیں لاحاصل ٹھہرتی ہیں تو ہم تقدیر کا سہارا لے کر بے فکر ہو جاتے ہیں۔ پھر جو مقدر ہوتا ہے وہ ہو جاتا ہے. ہم ہنستے یا روتے ہوئے اس فیصلے کو قبول کر لیتے ہیں۔ کیوں کہ ہمارے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہوتا۔

پھر کچھ دن سکون سے گزرنے نہیں پاتے کہ ایک نیا امتحان ایک نئی آزمائش ہماری منتظر ہوتی ہے۔ ہم پھر سے اسی مدار میں گردش کرنے لگتے ہیں۔ پھر وہی بے چینی، بے قراری، پریشانی، حالات سے نکلنے کی تگ و دو... وغیرہ وغیرہ...!

یہاں تک کہ بعض اوقات ہم کچھ لوگوں کو ایسی ایسی مصیبتوں میں گرفتار دیکھتے ہیں کہ ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم سمجھ نہیں پاتے کہ وہ اس صورت حال میں کیسے زندہ ہیں....!! لیکن وہ زندہ رہتے ہیں۔ ان کے پاس جا کر بیٹھو تو لگتا ہے وہ انتہائی مصیبت زدہ ہونے کے باوجود بھی بے فکر ہیں۔ ان کے پاس نہ دنیا کی دولت ہے نہ کوئی مقام و مرتبہ! مگر وہ خوش اور مطمئن ہوتے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے یہ اطمینان کیا چیز ہے آخر؟ کیسے ملتا ہے؟ کہاں سے ملتا ہے؟ یہ دل کا سکون یہ بے فکری کیسے حاصل ہوتی ہے؟

بعض لوگ ہیں جو محلوں میں رہ کر بھی خوش نہیں اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ فقیر کی کٹیا میں بھی خوش اور مطمئن ہیں۔ مختصر یہ کہ دولت کسی کے دل کو سکون دے نہیں سکتی اور غربت کسی کا سکون چھین نہیں سکتی۔

اور یہ بھی مسلّم حقیقت ہے کہ ہم دنیا میں جس چیز کے لیے بھاگتے ہیں وہ صرف اور صرف دل کا سکون ہے۔ ہم اپنی خواہشوں کی تکمیل چاہتے ہیں تو صرف اپنے دل کو پر سکون کرنے کے لیے.. ہم اپنے غموں سے چھٹکارا چاہتے ہیں تو بھی اپنے دل کی راحت اور سکون کے لیے۔ تو ثابت ہوا کہ سب سے بڑی دولت تو قلبی سکون ہے۔

پھر ہم براہ راست اپنے دلوں کا سکون ہی کیوں نہیں مانگ لیتے اللہ تعالیٰ سے!!

اللہ تعالیٰ کہتے ہیں میں نے اپنی یاد میں تمہارے دلوں کا سکون چھپا رکھا ہے۔ جب تم مجھے یاد کرو گے میرا ذکر کرو گے تو تمہارے دل مطمئن ہو جائیں گے۔ لیکن بعض اوقات ہم نمازیں پڑھتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں، ذکر کرتے ہیں، صدقہ خیرات کرتے ہیں، حتی المقدور گناہوں سے بچتے ہیں... اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں... لیکن پھر بھی ہمیں سکون نہیں مل رہا ہوتا...!

آخر کیوں؟ اللہ تعالیٰ کی بات تو سچی ہے پھر اس کا مطلب ہے کہ کھوٹ ہمارے ہی اندر ہے۔ اپنا ہی محاسبہ کرنا پڑے گا... اور جب اس صورت حال کا باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہم کہیں نہ کہیں اپنی خواہشوں کے جال میں پھنسے ہوتے ہیں۔ ہماری تشنہ خواہشات ہی ہوتی ہیں جو ہمیں بے سکون رکھتی ہیں۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ ہم اللہ کی تقسیم پر سچے دل سے راضی ہو جائیں۔ دنیا کی زیادہ حرص و ہوس نہ رکھیں۔ اپنی خواہشات کو لگام دیں۔ اپنے اندر قناعت کا جذبہ پیدا کریں۔ قناعت کی صفت ہی وہ دولت ہے جو ہمیں ہر طرح کے حالات میں خوش رہنا سکھا سکتی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ

”مال داری دنیاوی ساز و سامان کی زیادتی سے نہیں ہوتی، بلکہ اصل مال داری تو دل کی بے نیازی اور آسودگی ہے۔“

یعنی جب دل اپنے حالات سے آسودہ اور مطمئن ہو۔ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے پر راضی ہو کہ اس سے بڑھ کر ہمارا کوئی خیر خواہ نہیں۔ پختہ یقین ہو کہ وہ جس حال میں رکھے اسی میں ہماری بھلائی ہے۔

لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قناعت ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے کا نام نہیں کہ انسان بالکل کوشش ہی نہ کرے بلکہ قناعت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی کوشش اور دنیاوی حلال اسباب اختیار کرنے کے بعد جو کچھ دے، اس پر راضی رہے! اسی میں گزارا کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ اللہ ہی پر توکل کرے اور اس کے سوا کسی سے امید نہ رکھے۔

راہِ شوق

امّ محمد سلمان

یہ ان دنوں کی بات ہے، جب دیورانی کے بچوں کو قرآنِ پاک پڑھایا کرتی تھی تو جمعہ کا دن خاص طور پر درود شریف کے لیے مختص کر رکھا تھا۔ تھوڑی دیر سبق یاد کرنے کے بعد سب مل کر درود پڑھتے۔ بچوں کے دل میں شوق و عقیدت جگانے کے لیے ایک دن انھیں یہ احادیث سنائیں کہ "پیارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے: "جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، پس جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے، اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔" اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کثرت سے درود پڑھا کرو، جو ایسا کرے گا تو میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔" (بیہقی)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے، اس دن کثرت سے درود پڑھا کرو، کیوں کہ تمہارا درود مجھے پہنچایا جاتا ہے۔" (مسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

"اس لیے بچو! جمعہ کے دن تو خاص طور پر زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنا چاہیے۔ ہم جو درود پڑھتے ہیں اس کی وجہ سے قیامت کے دن خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی اور اس کے علاوہ ہمارا درود شریف رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور انھیں بتایا جاتا ہے کہ فلاں بن فلاں نے آپ کی خدمت میں درود کا ہدیہ بھیجا ہے۔"

"ہائے اللہ! کیا سچ مچ تائی امی! کیا واقعی پیارے نبی کو پتا چل جاتا ہے کہ کس نے درود بھیجا ہے؟" سمیہ نے بڑے شوق سے سوال کیا۔

"ہاں بیٹے! بالکل پتا چل جاتا ہے۔ ہم دنیا کے کسی بھی کونے سے درود شریف پڑھیں تو وہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔"

"کیسے پتا چلتا ہے؟ کون بتاتا ہے انھیں؟ کون پہنچاتا ہے وہاں تک؟" اس نے ایک ساتھ کئی سوال کیے۔

"فرشتے بتاتے ہیں بیٹا! اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے درود و سلام ان تک پہنچاتے ہیں اور فرشتے انھیں بھیجنے والوں کا نام بھی بتاتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو دنیا میں چکر لگاتے رہتے ہیں اور میرے امتیوں کا درود و سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ بھیجنے والے کا نام بھی بتاتے ہیں۔" میں نے تفصیل سے بتایا۔

"تو کیا میرا نام بھی بتائیں گے فرشتے کہ سمیہ نے آج درود پڑھا ہے؟"

"ہاں، بالکل بتائیں گے بیٹا جی! کہ سمیہ بنت صلاح الدین نے آج درود شریف کا تحفہ بھیجا ہے۔"

"اور میرا نام بھی بتائیں گے نا تائی امی! کہ سمیکہ نے بھی درود شریف پڑھا ہے؟" اب کی بار بڑی والی نے سوال کیا۔

"ہاں بیٹے! سب کا بتائیں گے، جتنے لوگ بھی درود شریف پڑھیں گے۔۔۔!"

"ہائے اللہ! میں کیا بتاؤں، مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے تائی امی! لیکن ہمارے پیارے نبی ﷺ کا روضہ تو مدینے میں ہے نا!! تو فرشتے ہمارا درود مدینے لے جاتے ہیں؟"

"ہاں بیٹے! مدینے ہی لے جاتے ہیں، وہیں تو مسجدِ نبوی ہے، جہاں روضۂ اطہر میں نبی پاک ہیں۔ وہیں ان کی خدمت میں درود و سلام کا ہدیہ پیش کیا جاتا ہے۔"

یہ سنتے ہی بچی کے چہرے کی خوشی دیدنی تھی، بلکہ سارے بچے ہی پُرجوش تھے کہ ہم زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھیں، تاکہ فرشتے حضور ﷺ کی خدمت میں نام لے لے کر ہمارا درود و سلام پیش کریں۔

اتنے میں سب سے چھوٹی مریم بھی چہکیں۔۔۔ "تائی امی! فرشتے ہوائی جہاز میں مدینے جاتے ہیں کیا؟"

ہائیں ییں۔۔۔! یہ اتنی روحانی گفتگو اور فرشتوں کے پاکیزہ جھرمٹ میں ہوائی جہاز کہاں سے آ گیا؟ ہم نے دل میں سوچا، لیکن اس معصوم سے سوال پر ہنسی بھی بہت آئی۔

"بھئی مریم! فرشتوں کے تو اتنے پیارے پیارے پر ہوتے ہیں نا! تو وہ پروں سے اڑتے ہیں۔ انھیں کہیں جانے کے لیے ہوائی جہاز میں سفر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

اچھا!!! (حیرت و استعجاب سے اچھا کو کافی لمبا کھینچا ہماری مریم نے، پھر کچھ دیر تک غور فرمانے کے بعد پوچھا)

"میرے پر کیوں نہیں ہیں تائی امی؟"

بھئی مریم آپ تو انسان ہیں نا!! انسانوں کے پر تھوڑی ہوتے ہیں، پر تو فرشتوں کے ہوتے ہیں۔ ہم نے دلیل سے سمجھایا، مگر محترمہ نے ہماری دلیل کو پانی میں ڈبو دیا یہ کہہ کر کہ "میں فرشتہ کیوں نہیں تائی امی! مجھے بھی فرشتہ بننا ہے، مجھے بھی پروں سے اڑنا ہے۔"

"مریم بیٹا! کس کو فرشتہ بنانا ہے اور کس کو انسان۔۔۔ یہ تو اللہ میاں طے کرتے ہیں نا!! تو اللہ میاں نے جس کو جو چاہے بنا دیا، اب کچھ نہیں ہو سکتا۔" ہم نے حتمی بات کی۔

"تو مجھے ایک فرشتہ پکڑ کے دے دیں نا تائی امی۔۔۔ میں اس کے ساتھ کھیلوں گی۔"

واہ بھئی! اوجِ کمال کو خواہش پہنچی ہے مریم کی!! "بیٹا جی! جنت میں جا کر کھیلنا فرشتوں کے ساتھ!! ابھی آپ صرف درود شریف پڑھیں۔"

"پھر مجھے جنت میں فرشتے ملیں گے نا؟" شک اور یقین کی ملی جلی کیفیت میں دوبارہ سوال پوچھا گیا۔

"ہاں بھئی، ضرور ملیں گے ان شاء اللہ!" ہم نے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پُرامید ہو کر جواب دیا، لیکن وہ تو آج ہمیں زِچ کرنے پر تلی تھیں۔۔۔ فوراً بولیں: "پھر میں دو فرشتے لوں گی تائی امی!!"

(یا اللہ!! ہم نے دونوں ہاتھوں میں سر تھاما، عجیب کشمکش میں پھنس گئے۔) "ہاں بھئی! جتنے بھی چاہییں ہوں، اللہ میاں سے لے لینا! اب درود شریف پڑھو بیٹھ کر ورنہ کچھ بھی نہیں ملے گا۔"

تب کہیں جا کر محترمہ سکون سے بیٹھیں اور درود شریف ﷺ کو اپنی توتلی زبان میں پڑھنے لگیں۔ (اللہ ہی جانے یہ درود سمجھنے اور لکھنے میں فرشتوں کو کتنی مشکلات پیش آئی ہوں گی!)

بچے تو پھر بچے ہوتے ہیں۔۔۔ ہر بات میں اپنے تصوّرات کی دنیا بسا لیتے ہیں، بس وہ چشمِ تصوّر سے دیکھتے کہ ہم نے درود پڑھا، فرشتوں نے تھال میں خوب صورتی سے سجا کے رکھا، اپنے

بنت امان اللہ

دل کو چیرا تو بہت کام رفو کا نکلا

"آج تو ہر صورت میں جاؤں گا۔" روز یہی سوچتا ہوں، لیکن جا نہیں پاتا۔
فکرِ معاش، فکرِ آخرت پر غالب آ گئی۔
یارب! ہم کن راہوں کے راہی بن گئے!
حرم کے اتنا قریب ہوتے ہوئے بھی، میں اس کے دیدار سے محروم ہوں، ایک طرف نیکیوں کی لوٹ سیل لگی ہے تو دوسری جانب زائرین کی آمد نے دن اور رات کا فرق ختم کیا ہوا ہے، نماز کی ادائیگی بھی بہ مشکل ہو پاتی ہے۔
ایسی حیات کی تمنّا تو نا کی تھی میں نے، ایسا کیا کروں کہ زندگی اعتدال پر آ جائے اور میں اس شہر کی برکتوں سے مستفید ہو سکوں۔
حسنین احمد دل ہی دل میں رب سے مناجات کر رہے۔ انگلیاں لیپ ٹاپ پر آنے والے مسافروں کی لسٹ کا اندراج کر رہی تھیں، لیکن دل ھمک ھمک کر بیت اللہ کو دیکھنے کے لیے مچل رہا تھا۔ چند منٹوں کی دوری تھی، لیکن کام تھے کہ سمٹ ہی نہیں رہے تھے، دن رات پَر لگا کر گویا اُڑ رہے تھے۔
پہلے کہتے تھے کہ چند مخصوص ماہ سیزن کے ہوتے ہیں، لیکن اب تو گویا پورا سال ہی سیزن بن کے رہ گیا تھا۔ آئے دن نئے نئے پیکج اناؤنس ہوتے ہیں۔ کبھی ٹکٹ سستی ہوتی تو کبھی ویزا سستا کر دیا جاتا اور اس طرح زائرین کو متوجّہ کر کے حرمین شریفین کی جانب آنے کی دعوت دی جاتی۔
بے شک ان آسانیوں میں خیر ہی ہے، لیکن وہاں کام کرنے والے حد درجے مصروف ہو گئے تھے۔ حسنین احمد جیسے بیشتر لوگ بیت اللہ اور روضۂ رسول ﷺ کے قریب ہوتے ہوئے بھی بہت دور تھے۔
ان میں سے کچھ کو تو اس بات کا بڑا قلق تھا، لیکن کئی ایسے بھی تھے جو صرف روزی روٹی کی فکر میں ہی رہتے تھے۔ ان کے نزدیک یہ بات معنی نہیں رکھتی تھی کہ وہ شہرِ امین یا شہرِ رسول ﷺ کے مکین ہیں۔
ویسے بھی حرمین شریفین کے اسفار جس نے کیے ہوں، وہ جانتا ہے کہ وہاں پر دن اور رات کی کوئی تخصیص ہی سمجھ نہیں آتی اور جو اس شعبے سے وابستہ ہوں، ان کے لیے کتنی مصروفیت ہوتی ہے۔

حسنین احمد ایک بڑے خاندان کے کفیل تھے۔ ایک طرف والدہ اور بہنوں کی ذمہ داریاں تھیں تو دوسری جانب بیوی بچے تھے۔ پاکستان میں کئی جگہ ہاتھ پیر چلائے، لیکن رزق وطن میں مقدّر نہ بن سکا، پھر ایک دوست کے توسّط سے حرمین کی سرزمین پر زائرین کے لیے ہوٹلوں کا انتظام سنبھالنے کی ترتیب بنی۔ رب نے اس کام میں برکت دی، کام اپنے عروج پر تھا کہ کرونا کی وبا نے ان کی قسمت کو ایک بار پھر جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ کئی ماہ مکہ کی سرزمین پر قیدِ تنہائی کاٹی اور پھر ایک اسپیشل فلائٹ سے ایک بار پھر وطن میں موجود تھے۔
ایسے حالات آئے کہ دوبارہ زیرو پر کھڑے تھے۔
رجوع الی اللہ کی ترتیب ہمیشہ ہی رہی تھی۔ خوب خوب مناجات کیں۔ کرونا کی وبا کے اختتام پر ایک بار پھر حرمین ہی کے لیے رختِ سفر باندھا، لیکن اب کی بار پابندیاں بے شمار تھیں۔ کئی ماہ کی تگ و دو کے بعد اقامہ حاصل ہوا اور اب زائرین کی تعداد اور پیکجز کی مختلف نوعیتوں نے کام کا زور بہت بڑھا دیا تھا۔
آخر کار اس شبِ جمعہ میں حسنین احمد نے اپنے ایک ساتھی ظہیر بھائی کو اپنے کام کا کچھ حصہ حوالے کر کے بیت اللہ جانے کی ترتیب بنا ہی لی۔ کئی ماہ کی تڑپ تھی دل پَر لگا کر اُڑ کر پہنچ جانا چاہتا تھا۔ احرام پہن کر وہ مغرب کی نماز کے بعد ہی مسجدِ عائشہ کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔
عمرہ کی نیت کر کے خوب خوب قبولیت اور معذرت کے بول، بول کر ربِّ ذوالجلال کو راضی کرنے کی کوشش کی اور پھر حرم کی جانب روانہ ہوئے۔ کئی ماہ کے بعد بیت اللہ پر نگاہ پڑی تو آنکھیں ایسے چھلکیں گویا سیل رواں ہی بہہ پڑا۔ کتنی ہی دیر تک آنسو بہتے رہے، ندامت بڑھتی رہی، گردن جھکتی رہی، ہچکیاں بندھتی رہیں اور آخر عمرے کا طواف شروع کیا۔ ساتوں چکروں میں صرف اور صرف استغفار اور ندامت کی کیفیت ہی سوار رہی۔
سعی کے دوران بھی اپنی لایعنی سعی (دنیاوی مصروفیات) کو سوچ کر دل بے قرار و پریشان ہی رہا، لیکن جب آخر میں نوافل ادا کیے تو بوجھل دل گویا پاک و صاف ہو چکا تھا۔ ایسا ہلکا پن محسوس ہو رہا تھا، گویا ہر شے دھلی دھلی سی ہو۔
ربّ کریم نے قبولیت کا اِذن دل میں اتار دیا تھا۔ حسنین احمد کے ندامت کے آنسو قبولیت کی معراج پا گئے تھے۔ اب حسنین احمد ربّ کریم سے اس غفلت بھری زندگی سے پناہ مانگ رہے تھے۔ وہ اعتدال کے ساتھ ذریعۂ معاش کو اپنانے کے علاوہ اپنے بار بار قبولیت کی عرضی بھی پیش کر رہے تھے۔
بے شک جب انسان کوشش کرتا ہے تو پھر منزل کو پا ہی لیتا ہے۔ حسنین احمد بھی بالآخر سرخروئی کے زینے پر قدم جما چکے تھے۔

سفید چمکیلے پروں کو فضا میں پھیلایا اور اڑتے ہوئے مدینے لے گئے۔۔۔!! کیا ہی حسین تصور ہے۔ وہ اسی تصور میں ڈوب کے محبت و عقیدت سے درود پاک پڑھتے رہے۔
پھر جب بھی جمعہ کا دن آتا، بچے اسی سرخوشی میں بڑھ چڑھ کر درود پڑھتے کہ گویا فرشتے ہمارے پاس کھڑے ہیں، جیسے ہی ہم اپنا درود مکمل کریں گے، وہ ایک خوش بو دار تھال میں سجائیں گے اور مدینے لے جائیں گے! ہر جمعہ کو باقاعدہ تجدید کی جاتی کہ "فرشتے ہمارا درود مدینے لے جائیں گے نا!!!" پھر اسی محبت اور شوق کے ساتھ درود شریف پڑھنے کا عمل جاری رہتا۔
کاش! ہمارے اندر بھی یہ شوق و یقین کا جذبہ بیدار ہو! ہمارے شب و روز بھی درود پاک سے معطر ہو جائیں۔ کاش! ہمیں بھی یہ توفیق حاصل ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت و عقیدت میں ڈوب کر دن رات درود پاک پڑھا کریں۔ آمین یاربّ العالمین۔۔۔!!

بیت السلام لیبارٹری اینڈ ڈائیگناسٹک سینٹر

BAITUSSALAM

اپنی نوعیت کی منفرد اور معیاری لیبارٹری

- او پی ڈی
- ایکسرے
- الٹرا ساؤنڈ

اور تمام اقسام کے تشخیصی ٹیسٹ دستیاب ہیں

- ہیماٹولوجی
- کیمیکل پیتھالوجی
- مائکروبایولوجی
- مالیکیولر پیتھالوجی/پی سی آر
- امیونولوجی اور سیرولوجی

مناسب قیمتوں میں

مستحقین زکوۃ کیلئے مفت ٹیسٹ کی سہولت

خدمت، عزت اور احترام کے ساتھ

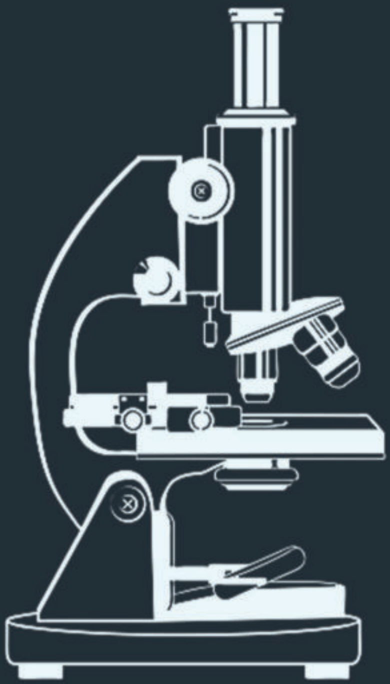

برائے رابطہ

+92 21 35392634

+92 334 2982988

lab@baitussalam.org

شوروم نمبر 01، گراؤنڈ فلور، رائل ٹاورز مین کورنگی روڈ، نزد قیوم آباد چورنگی PSO پمپ سے متصل کراچی۔

گھر گھر کی کہانی

تنزیلہ احمد

وہ سر جھکائے تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ دروازے پر دستک کی آواز آئی تو سر اٹھایا۔

اجازت ملنے کے بعد اندر داخل ہونے والی ملازمہ تھی۔

”سب جاگ گئے کیا؟“ ناشتے کے برتن اٹھانے آئی ملازمہ سے انھوں نے استفسار کیا۔

”نہیں بڑی بیگم صاحبہ! سب سو رہے ہیں، چھٹی والے روز دیر سے جاگتے ہیں سب۔“ اس نے جواب دیا۔

انھوں نے ٹھنڈی آہ بھری اور گھڑی کی جانب دیکھا، صبح کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔ آج ہفتہ تھا، گھر والوں کو ہفتہ اتوار چھٹی ہوتی تھی، گھر والے ابھی تک محوِ استراحت تھے، جب کہ وہ سحر خیزی کی عادی تھیں۔

”چھٹی والے دن ہی سب گھر ہوتے تھے، وقت ایک ساتھ گزارنے کے بجائے یہ سو کر گزار دیتے تھے۔“ تأسف سے سر ہلاتے ہوئے وہ بولیں۔

چند روز قبل وہ بیٹے کے پاس رہنے آئی تھیں۔ ملازمہ نے معمول کے مطابق انھیں ناشتہ دے دیا تھا، باقی سب کے لیے لنچ بننا تھا۔

دوپہر کے کھانے پر سب موجود تھے۔

”ہیلو دادو!“ بچوں انھیں دیکھتے ہی چہکے۔

”السلام علیکم امی!“ بیٹے نے کہا۔

”وعلیکم السلام، جیتے رہو، خوش رہو! نیند پوری ہو گئی آپ سب کی؟“ انھوں نے بیٹے اور پوتا پوتی کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں دادو۔“ وسیم نے جمائی لیتے ہوئے جواب دیا۔ دونوں بہن بھائی ابھی تک سست سست سے لگ رہے تھے۔

”کیوں بھئی؟“

”دادو! کل رات ہم نے اک بڑے مزے کی کارٹون فلم دیکھی، دیر سے سوئے۔“ وسیم سے دو برس چھوٹی مینا نے جواب دیا۔

ملازمہ کھانے لگا رہی تھی، جب کہ بچوں کے والدین موبائل پر کوئی ویڈیو دیکھنے میں مگن تھے، جب سے وہ آئیں یہ ہی کچھ دیکھ رہی تھیں، موقع ملتے ہی بچے بھی ٹیب پکڑ کر بیٹھ جاتے یا پھر ویڈیو گیم کھیلتے رہتے، گھر والوں کا زیادہ تر وقت سکرین کے ساتھ گزرتا، یہاں وہ بہت اکیلا محسوس کرنے لگی تھیں۔

شام ڈھلنے سے قبل والدین اک ضروری کام سے باہر چلے گئے، بچے موبائل پر گیم کھیلنے لگ گئے، وہ دل مسوستے ہوئے لان میں چلی آئیں، کچھ دیر کے بعد وسیم ان کے پیچھے پیچھے چلا آیا، اس کا اترا ہوا منہ دیکھ کر انھوں نے پوچھا۔

”کیا ہوا؟“

”میں بور ہو رہا ہوں۔“

”اچھا! یہ جملہ آپ روز بولتے ہو، یہ بول بول بور نہیں ہوتے۔“ وہ دھیرے سے مسکرائیں۔

”جیسی آپ لوگوں کی روٹین ہے، اس سے تو ہر انسان بور ہو جائے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر وہ بولیں۔

وسیم سر کھجاتے ہوئے۔۔۔

”کیا مطلب دادو؟“ اس نے آنکھیں سکیڑیں۔ تھوڑی دیر بعد تجسّس سے مجبور مینا بھی اُچھلتی کُودتی ان کے پاس چلی آئی۔

”آپ کیا باتیں کر رہے ہیں؟“

”ایسے ہی، وسیم کہہ رہا تھا بور ہو رہا ہوں۔“

”اوہ اچھا! بور تو میں بھی ہو رہی ہوں۔“ اس نے کہا۔

”کبھی سوچا ہے آپ لوگوں کی روٹین کیسی ہے؟“ دادو نے پوچھا۔

”صبح اٹھے، اسکول گئے، دوپہر میں واپس آئے، کھانا کھایا، شام میں پڑھائی کی، اسکول کا کام مکمل کیا، رات کا کھانا کھایا، موبائل پر گیم کھیلا، ٹی وی پر کارٹون سیریز دیکھی۔“ وسیم جھٹ سے بولا۔

”ہم ویک اینڈ پر فلم دیکھتے ہیں، ویڈیو گیم کھیلتے ہیں، دیر سے سوئے، دیر سے جاگے۔“ مینا نے جواب دیا۔

”افسوس!“ دادو ہاتھ ملتے ہوئے بولیں۔

”جو کام کرنے چاہییں وہ کرتے نہیں، نہ کوئی فزیکل ایکٹویٹی، نہ بھاگ دوڑ والے کھیل کود، نہ کوئی تخلیقی کام اور مشغلہ! گھر والوں کے ساتھ وقت گزارو، مل جل کر کچھ کرو تو بور ہونے کا وقت ہی نہ ملے۔“ دادو بولیں تو دونوں بچے سوچ میں پڑ گئے۔ دادو جب بھی آتیں انھیں چھوٹی چھوٹی کئی باتیں سمجھاتی تھیں۔ ان کے سمجھانے پر ہی وہ کبھی کبھار نماز ادا کرنے لگے تھے۔

”کیا خیال ہے کچھ ہٹ کر کریں؟“ انھوں نے سوال پوچھا۔

”وہ کیا؟“ دونوں نے بیک وقت پوچھا۔

”وہ یہ کہ جیسا میں کہوں آپ نے ویسا ہی کرنا ہے۔ یہ اتوار آپ کے گزرے اتواروں سے مختلف ہوگا، بتاؤ پھر تیار ہو؟“ انھوں نے ہتھیلی پھیلاتے ہوئے پوچھا۔

”ڈن“ کہہ کر بچوں نے اپنے ننھے ہاتھ ان کی ہتھیلی پر رکھ دیے۔ دونوں کی آنکھوں میں پر تجسّس چمک تھی۔

اگلی صبح وہ نمازِ فجر کے لیے اٹھیں، بچوں کو جگایا، انھوں نے مل کر نماز ادا کی، اس کے بعد تینوں نے قرآنِ پاک کی تلاوت کی، پھر وہ لان میں چہل قدمی کے لیے چلے گئے۔

”کتنی مزے کی ہوا ہے، ٹھنڈی ٹھنڈی سی، ہمارے لان میں کتنے خوب صورت پودے ہیں، کتنے پیارے پھول بھی کھلے ہیں۔“ وسیم نے خوش گوار حیرانی سے اظہار کیا۔

”واؤ، دیکھیں دادو! پرندے بھی کتنے پیارے ہیں۔“ مینا بولی۔

”بالکل بچو! اللہ کی بنائی ہر شے بہت پیاری ہے۔ پرندے صبح سویرے اٹھ کر اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں۔ بہت سے علاقوں میں انسان بھی صبح سویرے جاگ کر ایسا ہی کرتے ہیں۔“ انھوں نے بات مکمل کی۔ اگلے ہی پل دونوں لان میں بھاگنے دوڑنے لگے تھے۔ تسبیح پڑھتے ہوئے وہ انھیں خوش ہوتے ہوئے دیکھتی رہیں۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ اندر آئے تو ملازمہ ناشتا تیار کر چکی تھی۔ ناشتا دیکھتے ہی بچوں کی بھوک چمک اٹھی، ناشتے کے بعد وہ دادو کے کمرے میں چلے آئے۔ دادو نے انھیں دل چسپ کہانی سنانے کا وعدہ کیا تھا۔ کہانی سنتے ہی وہ باہر چلے آئے۔

"حنا دیکھو! یہاں بھی گرد ہے۔اِن گل دانوں میں تازہ پھول ڈالنے ہیں۔یا میرے اللہ! یہ پرانے اخبارات ابھی تک یہیں پڑے ہیں؟ حد ہے تہمینہ! نہایت ہی سست ہو تم سب۔" اپنے ملازموں کو بے نقط باتیں سناتی روبینہ بیگم اپنا آپا کھونے لگیں۔ان کا بس چلتا تو شاید اُن ملازموں کو کھڑے کھڑے کام سے فارغ کر دیتیں، مگر ابھی گھر کا بہت کام باقی تھا۔ تبھی نجانے کیسے تیرہ سالہ سہیل کے ہاتھ سے کانچ کی پلیٹ چھوٹی اور گر کے کرچی کرچی ہو گئی۔

وہ ڈر کے مارے کانپنے لگا۔اسے روبینہ بیگم کے مزاج کا بخوبی علم تھا اور وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا۔

"چٹاخ!" کی آواز کے ساتھ سہیل کے گالوں پہ تھپڑ کے لال نشان پڑ چکے تھے۔

روبینہ بیگم کے مارے تھپڑ کی گونج کچن سے باہر کھڑے ملازموں تک گئی تھی۔سو وہ سر جھکئے فوراً سارے کام نمٹانے لگے۔

شہر کے متموّل گھرانوں میں سے ایک "عامر ہاؤس" میں آج سالِ نو کی آمد پہ ایک بہترین دعوت رکھی گئی تھی۔سو یہاں صبح سے گہما گہمی جاری تھی۔ کبھی روبینہ بیگم ڈرائنگ روم کے پردے بدلوا رہی تھیں تو کبھی وہ کچن کا جائزہ لینے لگ جاتیں۔ان کا کبھی لان کا چکر لگتا تو کبھی ڈائننگ ہال کا! گھڑی کی ٹک ٹک کے ساتھ ملازموں کی شامت میں اضافہ ہونے لگا تھا۔

سالِ نو تمھیں مبارک

نوریہ مدثر

خدا خدا کر کے شام تک سارے انتظامات مکمل ہوئے۔برقی قمقموں سے سجا "عامر ہاؤس" بقعہ نور بنا ہوا تھا۔لان کے مرکز میں موجود فوارہ جب چلتا تو پانی میں روشنیوں کا عکس منڈلانے لگتا۔اک جانب کھانے کی میزیں سجی تھیں، جن پہ نفاست سے برتن چنے گئے تھے۔مہمانوں کی آمدورفت شروع ہو چکی تھی۔

"دو گھنٹوں بعد نئے سال کا آغاز ہو جائے گا، ہم سب کی زندگیاں بدل جائیں گی۔اِس موقع پہ ہم یہاں موجود مہمانوں سے کچھ پوچھنا چاہیں گے۔" یہ کہہ کر نعمان نے اپنے کیمرہ مین شفیق کو ریکارڈنگ روکنے کا اشارہ کیا۔

وہ اور شفیق مقامی چینل کے نمائندے تھے اور سالِ نو پہ خصوصی شارٹس کے ذریعے اپنے چینل کی ریٹنگ بڑھانا چاہتے تھے۔سو آج کی اس شاندار دعوت کی کوریج ریٹنگ بڑھانے کا بہترین ذریعہ تھی۔

شفیق نے کیمرے کا رخ سیٹھ ارسلان کی جانب کیا۔

"کل سے نیا سورج طلوع ہو گا۔میں پورے وثوق سے کہتا ہوں یہ نیا سال ہم سب کے لیے کامیابیوں کا سال ہو گا۔" اک عزم سے کہتے سیٹھ ارسلان کی مسکراہٹ خاصی گہری تھی۔

"شفیق یاد ہے؟ یہ وہی سیٹھ ارسلان ہیں، جنھوں نے کئی زمینوں پہ ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔" نعمان نے سرگوشی میں کہا تو شفیق نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ان کو دل ہی دل میں ملامت کرنے کے بعد نعمان اگلے مہمان کے تاثرات ریکارڈ کرنے کے لیے ادھر اُدھر نظر دوڑانے لگا۔چند لمحوں بعد شفیق کے کیمرے کا رُخ شیخ جلال کی طرف تھا۔ شیخ جلال کہنے لگے: "یہ نیا سال ہمارے لیے بہترین سال ہو گا۔ہمارے اقتدار میں آتے ہی سارے مسئلے جڑ سمیت اکھڑ جائیں گے، ہمارا ووٹر بہت سمجھ دار ہے۔"

شیخ صاحب مقامی حلقے سے صوبائی نشست کے امیدوار تھے۔ان سے الوداعی مصافحہ کرنے کے بعد شفیق نے کہا:

"نعمان! تمھیں پتا ہے، شیخ جلال کی ڈگری جعلی ہے، مگر دیکھو وہ بھی۔۔۔"

شفیق نے دل مَسوس کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

کچھ دیر تک شفیق اِدھر اُدھر کے منظر ریکارڈ کرتا رہا، پھر اس کی نظر لان کے کونے میں کھڑے سہیل پر پڑی۔

تیرہ سالہ ملازم بچہ رنگ و نور کی اس محفل سے بالکل الگ تھلگ کھڑا تھا۔اس کا چہرہ کسی بھی قسم کے تاثرات سے عاری تھا۔

نعمان نے مائیک آگے رکھتے وہی سوال دہرایا۔

"سالِ نو کے حوالے سے آپ کیا کہنا چاہیں گے؟"

سہیل پہلے تو چپ رہا، پھر نَم آنکھوں سے اس نے کہا: کیا اس نئے سال میں مالکن مجھے نہیں ماریں گی؟

کیا کل سے میرے بہن بھائی تین وقت کا کھانا کھائیں گے؟

بتائیے۔۔۔!!

نیا سال میرے جیسوں کے لیے بھی نیا ہو گا نا؟ نعمان نے بنا کچھ کہے، کیمرہ گھمانے کا اشارہ کیا اور وہ شفیق کے ساتھ میز کی دوسری جانب چل پڑا۔ان کے پاس تیرہ سالہ سہیل کے کسی سوال کا جواب نہیں تھا۔وہ چاہ کر بھی اُسے نہیں کہہ سکتے تھے۔

"سالِ نو تمھیں مبارک!"

دادو کے ساتھ مل کر ان کا ارادہ پودوں کی تراش خراش کرنے کا تھا، انھوں نے شجرکاری اور پودوں کی افادیت کے متعلق چھوٹی چھوٹی کئی باتیں دونوں کو بتائیں۔اس دوران وسیم اور مینا عہد کر چکے تھے کہ اپنے ہاتھ سے نئے پودے لگائیں گے، دادو نے ان کی حوصلہ افزائی کی۔

"شاباش! یہ تو بہت اچھی بات ہے، اس طرح آپ لوگ فطرت پر غور کرو گے، اپنا ذہن استعمال کرو گے، اپنے ہاتھ سے پودے لگائے تو سمجھو نئے دوست بنا لیے، یوں آپ لوگوں میں احساس ذمہ داری پیدا ہو گا، پودے بڑھیں گے تو بہت خوشی ملے گی۔"

دادو کے ساتھ ہنستے مسکراتے ہوئے انھوں نے کئی باتیں کیں۔

"دوپہر میں آپ کو میں اک چھوٹی سی سٹوری بک دوں گی، آپ لوگ پڑھنا پھر میں اس میں سے سوال پوچھوں گی۔" دادو نے کہا تو دونوں کھل اٹھے، اسی توجہ کے تو وہ متلاشی تھے۔

ان کے والدین جاگ چکے تھے۔

"السلام علیکم ماما بابا! یہ دیکھیں دادو نے ہمیں کیا دیا۔۔۔" دونوں نے خوش ہوتے ہوئے کتابچہ ان کے سامنے لہرایا۔

"وعلیکم السلام! آپ لوگ کب اٹھے۔" وہ حیران ہوئے۔

جواب میں بچوں نے کل شام کو دادو سے کیا وعدہ اور صبح کی روٹین سنائی، والدین خوشگوار حیرانی میں مبتلا رہ گئے۔شام تک بچے بہت کچھ کر چکے تھے۔حیرت کی بات تھی کہ اب تک نہ انھیں موبائل کا خیال آیا نہ کسی نے کہا کہ میں بور ہو رہا ہوں۔آج سستی بھی انھیں چھوڑ کر بھاگ چکی تھی، وسیم کا سر اور مریم کی آنکھیں بھی نہیں دکھی تھیں۔

دادو کے سمجھانے پر ماما بابا نے شام میں بچوں کے ساتھ بیڈمنٹن کھیلا، سب ایک دوسرے کے ساتھ بہت خوش تھے، دل بھر کر باتیں کیں اور ہنسے کھیلے، رات کے کھانے سے پہلے بچے اسکول کا کام مکمل کر چکے تھے، صبح کے جاگے بچے رات میں خود ہی جلدی سو گئے تھے۔

اچھی زندگی کیا ہوتی ہے اور کیسے گزارنی چاہیے؟ دادو نے انھیں عملی نمونہ دکھا دیا تھا۔بچے اور ان کے والدین بھی سمجھ گئے تھے کہ ان کی زندگی میں کیا کمی تھی۔

"بابا دادو بھی فیملی ہیں نا، وہ ہمارے ساتھ یہاں رہیں، آپ دادو سے کہیے گا واپس نہ جائیں" رات میں سونے سے قبل بچوں نے منت کی۔ان کے والدین اثبات میں سر ہلا کر مسکرا دیے تھے۔

اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا

بنت آصف

صبح کی روشنی پوری طرح اُفق پر پھیلنے کے بعد اور سورج کا آسمان پر انگڑائیاں لیتے ہوئے دھیرے دھیرے بڑھنے کے بعد، پرندوں کے مختلف قسم کے نغموں کے بیچ میں صحن کی سیڑھی پر قدم جمائے تسبیح کے دانوں کو ہاتھ میں گھمارہی تھی کہ میری نظر میرے سامنے دروازے کے پاس آلو بخارے کے درخت کی ٹہنی پر بیٹھی زرد رنگ کی ایک چڑیا پر پڑی جو چہچہارہی تھی، اس کی خوب صورتی میں گویا کہ میں گم ہی ہوگئی تھی۔ اسی دوران گھر کے باہر ایک ایک زوردار ہارن کی آواز آئی، جو مسلسل بجتا ہی جارہا تھا، جیسے ڈرائیور ہارن پر سے ہاتھ اٹھانا ہی بھول گیا ہو، پھر تو بس بھگدڑ شروع ہوگی اور بس میں بھاگی سفر پر روانہ ہوئی۔ قصہ مختصر کہ میں اپنی منزل تک پہنچ گئی، یعنی اپنی کلاس تک بس گھڑی کی سوئی اپنے سفر پر رواں دواں تھی اور قریب تھا کہ 8:00 پر پہنچنے ہی والی تھی کہ ایک دم سے کلاس کے دروازوں کی زوردار بجنے کی آواز آئی اور پھر یوں لگتا تھا کہ بے چارے دروازے لرز کر رہ گئے ہوں، اچانک سے کالی سی کوئی چیز معتدل قد و قامت کی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی، جس کا ایک ہاتھ کاندھے پر لٹکے بیگ پر تھا اور دوسرا یوں لگتا تھا کہ سر سے کوئی چیز کھولنے میں مصروف تھا اور نظریں اپنی بائیں جانب لگی گھڑی پر جمی ہوئی تھی، ہلکی سی سلام کی آواز آئی، ''السلام علیکم'' سب کے نظریں پیچھے پلٹیں، سلام کا جواب دے کر سب آگے مڑ گئے، مگر ہاجرہ سے ٹکر کھا کر، یہ لو جی F16- کی سپیڈ سے آنے والا طیارہ ہی ہوگا، مجھے معلوم تھا۔ برقع لٹکاتے ہوئے بسمہ نے ہاجرہ کی شان میں ایک طنزیہ جملہ کسا۔ یہ سن کر سب کے لبوں پر غیر معمولی سی مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔ ابھی بسمہ اپنا برقع لٹکا کر اپنے مکتب کی طرف بڑھ ہی رہی تھی کہ پھر سے ایک زوردار آواز آئی، بسمہ چونک سی گئی، ٹشو پیپر سے چشمہ صاف کرتے ہوئے حلیمہ نے سب بہنوں کو تسلی دی کہ ڈرو نہیں، یہ ہاجرہ کا مکتب پر بیگ رکھنے کا سٹائل ہے۔ بیگ سے کتاب نکالتے ہوئے صدیقہ کی ہلکی سی ہنسی حلیمہ کی بات پر نکلی، مگر ہاجرہ کا سانس کچھ زیادہ ہی پھولا ہوا تھا کیوں کہ وہ بہت دور سے چل کر آئی تھی اور اپنے ہاتھ میں پکڑی سرخ پانی کی بوتل کو کھولتے ہوئے ہاجرہ نے قدرِ دکھ بھرے انداز میں بوتل کو منہ سے ہٹاتے ہوئے کہا: ''ہائے اللہ کی بندیو! بہت گرمی ہے، کب ختم ہوگی یہ گرمی؟ پنکھا ذرا اور تیز کرو، ہاجرہ یہ پنکھے جتنی گنجائش رکھتے ہیں تیز چل رہے ہیں۔'' حلیمہ حسن نے گیلے پاؤں کو صاف کرتے ہوئے جواب دیا۔ معلّم کی کرسی کے پاس بچھے مصلے پر نماز پڑھنے کے بعد سلام پھیرتے ہوئے انعم نے ہاجرہ کی طرف داری میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ ''واقعی ہاجرہ! ہم اتنے سکون سے مدرسے پہنچتے ہیں، پھر بھی تھک جاتے ہیں، تم اتنا چل کے آتی ہو سب سے زیادہ اجر تو تمہیں ہی ملتا ہوگا۔'' ہاجرہ کے گھر کے پاس سے چوں کہ مدرسہ کی کوئی گاڑی نہیں آتی تھی، اس لیے وہ چل کر آیا کرتی تھی۔ ہاجرہ نے انعم کی طرف داری پر ہلکی سی مسکراہٹ دی، سب نے انعم کی بات پر اتفاق کیا۔ انعم اتنا کہہ کر دعا میں مشغول ہوگئی۔

اس سب کے بیچ تختہ سے قریب بیٹھی ہوئی شمیسہ کی خاموشی ذرا بھاری سی محسوس ہو رہی تھی۔ یہ صرف اس وجہ سے تھا کہ وہ قرآن کی تلاوت میں مشغول تھی، ورنہ ہاجرہ پر مصالحے دار طعنہ بازی کرتے ہوئے ہاجرہ کو میدان سے الٹے پاؤں واپس کرنا ان کا فن تھا۔ دروازے کے پیچھے کوڑے دان کے پاس جھاڑو چھوڑتے ہوئے، لگتا ہے محترمہ نے آج ناشتہ نوش نہیں فرمایا، منہ بھی بسوڑا ہوا ہے اور بھوک کے اثرات بھی معلوم ہو رہے ہیں۔ فاطمہ کے سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے کسی قدر مسکرا کر سمیہ نے کہا تو بسمہ فوراً بول پڑی: ''او! ئی او! وہ ان کو شاید ''سرکلز'' آرہے ہیں۔ (یہ ان کا خاص مقولہ تھا کہ جس کو چکر آتے تھے، یہ کہتی تھی کہ سرکلز آرہے ہیں)

''ایک تو پتا نہیں یہ لڑکی کیا کھا کر آتی ہے، صبح ہی صبح سب کا دماغ کھانا شروع کر دیتی ہے۔'' اپنے بے فائدہ ملفوظات سے شمیسہ نے بسمہ پر زبردست اعتراض کرتے ہوئے آنکھیں گھمائیں۔ اس بات پر فاطمہ نے بھی ذرا ہنس کر سر جھکایا۔ اپنے جواب کی درستی فرمائیے! جو کھا کر آتا ہے، اسے دماغ کھانے کی ضرورت نہیں، دونوں ہاتھوں کو مکتب پر بچھا کر سر رکھتے ہوئے بسمانے اعتراض کرتے ہوئے کسی قدر مسکراہٹ سے شمیسہ کو جواب دیا۔

''اب تک تو آپ کو معلوم ہو ہی گیا ہوگا کہ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا سے کیا مراد ہے؟'' اس سے مراد ہماری وہ چھوٹی سی دنیا ہے، جو ہمارے کلاس روم کے اندر ہے۔ یہ بہت چھوٹی سی، مگر حسین اور دل کش دنیا ہے، جہاں ہمیں اپنے غم کی دوا کسی نہ کسی ستارے کے الفاظ یا سہارے سے مل جاتی ہے اور اس دنیا کا ہر ستارہ ہی کچھ انوکھی خوبیوں کا مالک ہے اور ہر ستارے کی اپنے ہی ایک عجیب سی روشنی اور ٹھنڈک سی ہے اور اپنی ہی ایک لگن اور محبت ہے۔ اب میں انفرادی طور پر باری باری آپ کو ہر ستارے کا تعارف کرواتی ہوں تو سب سے پہلے انعم ستارہ: اس ستارے سے ملیے، ان کی طبیعت میں تھوڑی سنجیدگی ہے۔ یہ کم بولنے والا، مگر زیادہ تر عبادت میں مشغول اور سب کے حالات کا جائزہ لے کر مناسب وقت میں بھلے طریقے سے اس کی کمی کو دور کرنے والا ستارہ ہے، اس ستارہ سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے: اللہ کی محبت، اللہ کو راضی رکھنے کا گُر اور تو اور جس کا دل دکھی ہو تو وہ ان کی باتوں سے سکون پاتا ہے اور جو سب سے بڑی خوبی ان میں ہے وہ یہ کہ ہمارا گمان ہے کہ اللہ نے انھیں اپنے مزامیر میں سے کوئی مزمیر عطا کر رکھی ہے کہ قرآن کی میٹھی تلاوت کو اپنی آواز اور لہجے کا رس گھول کر مزید شیریں بنا دیتی ہیں کہ بس دل کرتا ہے کہ یہ پڑھتی جائیں اور ہم سنتے رہیں، اللہ ان کو اس میں اور برکت دے۔ آمین!

اگلا ستارہ! ان کو تو آپ جان چکے ہوں گے، یہ ہماری کلاس کا وہ نمونہ ہے، جن کے پاس ماسی زبیدہ کے ٹوٹکے، ساسوں والے طعنے، دادیوں والے محاورے اور بے شمار ایسی ضرب الامثال ایسے ''یونیک اور بلیغ'' الفاظ کہ جو ہمیں نہ کسی قاموس اور نہ ہی کسی ڈکشنری میں ملتے ہیں اور وہ ہمیں ان سے معلوم ہوتے ہیں اور ان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ ان کو

حروف تہجی میں سے "را" بہت پسند ہے، جب یہ اس کو پڑھتی ہیں تو بہت ہی سنوار کر اور ادب سے پڑھتی ہیں، جیسے زبان بھی "را" کے ادب میں جھک سی گئی ہو۔ خیر یہ مذاق تھا! اب اگلے ستارے کی طرف جاتے ہیں، وہ انھی کے بغل میں بیٹھنے والی حلیمہ ہیں، یہ تھوڑی خاموش طبیعت اور سنجیدہ مزاج، مگر دل کی بہت اچھی! زیادہ تر وقت ان کا قرآن پڑھنے میں صرف ہوتا ہے، کیوں کہ یہ حافظہ ہیں اور باقی وقت علمی مشاغل میں گزارتی ہیں اور اس کے علاوہ ان کا سب سے پسندیدہ مشغلہ شاید بسمہ کے ملفوظات سننا اور اپنے خیالات کا تکرار ان سے کرنا ہے، ان کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہمیں جب کبھی قرآن کی کسی آیت میں اشکال پیدا ہوتا ہے تو ہم ان کے ذریعے سے دور کرتے ہیں۔ اللہ ان کو اس میں اور برکت دے! اگلا ستارہ ہے، حلیمہ حسن جو میرے جوار میں بیٹھنے والی ہیں، ان کی طبیعت بھی تھوڑی معصوم سی ہے۔ ان سے ہمیں علمی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور بہت سی اصلاحی باتیں بھی، مگر سب سے بڑی خوبی ان کی یہ ہے کہ انتہائی خوب صورت آواز میں ہمیں یہ نعت سنایا کرتی ہیں اور اتنے ذوق سے سناتی ہیں کہ گویا انسان خود کو شہنشاہِ عالم ﷺ کی فراق میں مضطر پاتا ہے، اللہ ان کو اس میں برکت دے۔

اب اگلا ستارہ ہے سہیمہ ستارہ! ان کی طبیعت تھوڑی سنجیدہ بھی ہے اور چلبلی بھی، ان کا زیادہ تر وقت علمی مشغولیت میں اور اپنی پڑوسن کے ساتھ گفتگو میں گزرتا ہے اور ہاں! جب ان کو ہنسی کا دورہ پڑ جائے تو بس پھر اللہ حافظ! سب ہر بے لاعلاج ہو جاتے ہیں اور خدانخواستہ اگر یہ ہنسی کسی معلّمہ کے سامنے آجائے، پھر تو سب مارے گئے! اور ہاں ان کی سب سے لازمی بات یہ ہے کہ جب یہ کسی سے شرارت کے بارے میں ارادہ کرتی ہیں تو ان کی ایک آنکھ اشارے سے سب کو تنبیہ کر دیتی ہے کہ اب کچھ ہونے والا ہے، وہ اس وجہ سے کیوں کہ ان کو ایک آنکھ بے اختیار طور پر جھپکنے کی عادت ہے اور خصوصاً یہ اس وقت ہوتا ہے، جب وہ کسی معرکے کا ارادہ کرتی ہیں اور اب اس کے بعد اگلا ستارہ ہے شمیسہ! ان کی طبیعت میں سنجیدگی کم چلبلاہٹ زیادہ اور یہ کوئی خاص نہیں، بلکہ عام سی بات تھی، بس ہر ایک کے ساتھ مل جُل جانا۔ ان سے ہمیں علمی فائدہ بھی بہت زیادہ ہوتا ہے، درسی بھی غیر درسی بھی۔۔۔ان کو کتابوں کا مطالعہ کرنے میں بڑا شغف ہے اور ہر قسم کی معلومات ان کو ہوتی ہیں۔ ہمیں خبریں سننے کی ضرورت نہیں پڑتی!! اور کلاس میں اکثر ان کی وجہ سے ہمارے چہروں پر مسکراہٹ بھی آجاتی ہے اور ان کا سب سے بڑا فائدہ یہ کہ کلاس کا کوئی بھی مسئلہ ہو، سب ان کو آگے کر دیتے ہیں، پھر اس طرح سے ہمیں حل مل جاتا ہے۔ اللہ ان کو برکت دے! ان کے بعد اگلا ستارہ ہے صدیقہ! یہ وہ ستارہ ہیں جس نے ہمیں علمی فائدہ درسی غیر درسی ملتا ہے اور ان کی طبیعت میں سنجیدگی غالب ہے، حالاں کہ چلبلاہٹ بھی ہے، مگر ظاہر نہیں کرتی۔ ان کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہمیں چیزوں کے فضائل بتاتی ہیں، جس سے ہمارا خیر کا کام کرنے کو دل کرتا ہے۔ اللہ ان کو برکت دے۔ اس کے بعد اگلا ستارہ وہ فاطمہ ہے۔ یہ وہ ستارہ ہے جو میرے بائیں جانب ہوتا ہے، ان کی طبیعت میں سنجیدگی غالب ہے، مگر ہلکی سی ظاہری چلبلاہٹ کے ساتھ زیادہ تر چپ رہتی ہیں اور جب بھی بولتی ہیں تو مجھ پر زبردست قسم کا مذاقی طنز کرتی ہیں۔ یہ ہمیں نئی نئی چیزیں لا کر دکھلاتی ہیں، جس سے ہمارا بھی وہ نئی نئی چیزیں خریدنے کو دل کرتا ہے، جیسے پچھلے ہی ہفتے انھوں نے کئی سارے نئے پین لائے جو ہم نے کبھی دیکھے بھی نہیں تھے، خیر ہم نے بھی وہ خرید لیے، اس کے علاوہ ان کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ان سے ہمیں تقویٰ کا درس ملتا ہے کہ یہ باہر کی کوئی بھی مصنوعی چیز نہیں کھاتیں، اس وجہ سے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ متشبہ مال ہو۔ اللہ ان کو اس میں برکت دے اور اس کے بعد آخری ستارہ جانا پہچانا ان کی طبیعت بھی تھوڑی چلبلی اور انتہائی معصوم اور سادہ ہے۔ یہ وہ ستارہ ہے جس کی زندگی میں الگ الگ اور عجیب قسم کے واقعات آتے رہتے ہیں اور بہت ہی اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے۔ ہر روز ایک نیا عجیب واقعہ پیش آتا ہے، کبھی تو ایسا کہ انسان کو کمزور اور مضمحل کر کے رکھ دینے والا واقعہ، مگر ان سے ہمیں صبر و استقامت کا درس ملتا ہے، ہمیں حالات سے مقابلہ کرنا آتا ہے، اب بس! یہ کچھ زیادہ ہی سیر لیس ہو رہا ہے۔ اکثر کلاس میں ہمارے ہونٹوں پر اختیاری یا غیر اختیاری طور پر ہنسی انھیں کی وجہ سے آتی ہے اور سب سے بڑی خوبی تو ان کی یہ ہے کہ ان سے کوئی بھی کیسا بھی مذاق کر دے، یہ کبھی بھی اس کے مذاق پر ناراض نہیں ہوتیں۔ اللہ ان کو اس پر برکت دے! آپ سوچ رہے ہوں گے کہ ابھی تو 9 ہی ستارے ہوئے ہیں اور میں نے یہ لکھا ہے کہ یہ آخری ستارہ ہے۔ آپ کی گنتی بالکل ٹھیک ہے، ابھی ۹ ہی ستارے ہوئے ہیں، مگر دسواں ستارہ بیچ راستے میں ہماری اس حسین کہکشاں سے جدا ہو گیا کیوں کہ کسی مرض کی وجہ سے وہ ہماری درسی ساتھی بننے سے قاصر ہوا، مگر علم سے محروم بھی نہیں ہے، منزل پر رواں دواں ہے، اگرچہ رستہ الگ الگ مگر منزل ایک ہی ہے، وہ ستارہ جویریہ ستارہ ہے! اس نے بھی سب کو بہت کچھ سکھایا کہ نبی ﷺ کی محبت جہاد کی محبت اور ان کو شہادت کا بہت شوق تھا اور نعت بھی اکثر ہمیں سنایا کرتی تھیں، ہم سب کی یادوں میں یہ اب بھی موجود ہیں اور یقیناً ان کو بھی ہم یاد ہوں گے۔ اب بھی آپ کے شمار میں نقص نہیں ہے، واقعی ۱۰ ہی ستارے ہوئے ہیں، گیارواں ستارہ ابھی باقی ہے اور گیارواں ستارہ شاید قلم کا حامل ہے، ستاروں کے بیچ رہنے سے شاید حاملِ قلم نے خود کو بھی ستارہ ہی کہہ دیا ہے!! اور اب آپ کو میری اس بات کی سمجھ آ ہی گئی ہو گی جو میں نے ابتدا میں کہا تھا کہ ہماری حسین سی دنیا! وہ اسی وجہ سے کہا تھا کہ ہمیں ہر ایک ستارے سے بہت سی مثبت چیزیں ملی ہیں۔ یہ اسی وجہ سے کہ اس چھوٹی سی دنیا میں جو کچھ بھی ہوتا ہے، ہم مذاق اور سنجیدہ گفتگو، دوستی کی تلخیوں کا زبردست تڑکا یہ سب شرعی حدود میں رہ کر کرتے ہیں، کیوں کہ ہم نے یہ سب کچھ دین ہی کی نسبت اور قال اللہ اور قال الرسول ﷺ کی نسبت سے ہی سیکھا ہے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اللہ نے اس فتنے کے زمانے میں بھی اپنے محبوب کی وراثت کے لیے ہمیں چنا، اللہ ہمیں اس امانت کی حفاظت کرنے والا اور آگے اس امانت کا کسی اور کو امین بنانے والا بنائے اور جس طرح حقیقی ستاروں سے اندھیروں میں روشنی اور ضلالتوں میں ہدایت اور رہنمائی پائی جاتی ہے، اللہ اسی طرح ان مجازی ستاروں کو بھی ایسے ہی علم و عمل کی روشنی عطا فرمائے کہ عالم ان کی روشنی سے اور ان کی رہنمائی سے جہالت کے ظلمتوں میں راستہ تلاش کرے۔ آمین!!

پیٹ بڑھنے کی وجوہ اور سدِّباب

حفصہ محمد فیصل

آج کے ڈیجیٹل دور میں جہاں ہر شخص کا چلنے پھرنے اور ورک آؤٹ کا کام کم ہو گیا ہے، وجہ اس کی ہر چیز کا آن لائن دستیاب ہونا ہے۔ شاپنگ سے لے کر ارننگ تک ہر چیز اور سہولت آن لائن دستیاب ہے۔ اس لیے کھانے کے بعد نہ چہل قدمی کی جاتی ہے نہ ہی کوئی اور مشقّت طلب کام۔ پیٹ کی چربی کی دیگر وجوہات کے ساتھ اس درج بالا اہم وجہ سے بھی صَرف نظر نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ہر ایک کے پیٹ میں کچھ چربی ہوتی ہے، یہاں تک کہ وہ لوگ بھی جن کے پیٹ چپٹے ہوتے ہیں۔ یہ عام بات ہے، لیکن بہت زیادہ پیٹ کی چربی آپ کی صحت کو اس طرح متاثر کر سکتی ہے، جس طرح دوسری چربی نہیں کرتی۔

آپ کی کچھ چربی آپ کی جلد کے نیچے ہے۔ دوسری چربی آپ کے دل، پھیپھڑوں، جگر اور دیگر اعضا کے ارد گرد، اندرونی سطح پر گہری ہوتی ہے۔

صحت مند غذا کھائیں، پودوں پر ہرے رنگ پر مبنی سبزیاں کھانے پر توجہ دیں، جیسے پھل، سبزیاں، اناج، پروٹین اور کم چکنائی والی دودھ کی مصنوعات کے ہلکے پھلکے ذرائع کا انتخاب کریں۔ مختلف قسم کی مشقیں اور طرزِ زندگی میں تبدیلیاں لوگوں کو اس فاضل چربی پر قابو پانے میں مدد کر سکتی ہیں۔

وزن کے تین اہم عوامل

- آپ دن میں کتنی کیلوریز کھاتے ہیں؟
- آپ کی عمر کتنی ہے اور قد کتنا ہے؟
- روزانہ ورزش کے ذریعے آپ کتنی کیلوریز جلاتے ہیں؟

پیٹ کی چربی بڑھنے کا پتا چلنے کی ایک بڑی نشانی یہ ہوتی ہے کہ "آپ کے کپڑے آپ کو تنگ محسوس ہونے لگتے ہیں۔"

پیٹ کی چربی کے شدید نقصانات

کچھ مطالعات نے ٹرانس چربی کی زیادہ مقدار کو پیٹ کی چربی میں اضافے سے جوڑ دیا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ آپ وزن کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، ٹرانس چربی کی مقدار کو محدود کرنا ایک اچھا خیال ہے۔

ضرورت سے زیادہ انرجی ڈرنک اور سوفٹ ڈرنک کا تعلق پیٹ کی چربی میں اضافے سے ہے، اگر آپ اپنی کمر کو کم کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو اعتدال کیجیے یا مکمل طور پر

پرہیز کرنے پر غور کریں۔

اگر آپ اپنی کمر کے گرد کچھ اضافی روپے خرچ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تو ہائی پروٹین والی غذائیں، جیسے مچھلی، چربی نکلا گوشت، پھلیاں اور خشک میوہ جات آپ کے لیے مثالی ثابت ہوں گے۔

بہت سے لوگوں میں زیادہ چینی کا استعمال وزن میں اضافے کی ایک بڑی وجہ ہے۔ میٹھی اشیا کے استعمال کو محدود کریں۔ ایک لسٹ ان کھانے کی اشیا کی بنائیں، جس میں زیادہ چینی شامل ہو اور وہ آپ کے استعمال میں ہیں، پھر اس لسٹ میں بتدریج چیزوں کو کم لینا شروع کریں، یہاں تک کہ یہ عادت مکمل چھوٹ جائے۔

پیٹ کی چربی سے چھٹکارا کیسے ہو؟

سب سے پہلے تو یہ جاننا ہے کہ "پیٹ کی چربی کیا ہے؟"

چینی سے پاک مشروبات کا انتخاب کریں	کم کیلوری والی غذائیں کھائیں۔
کم کاربوہائیڈریٹ والی غذائیں	پھل اور سبزیاں
صحت بخش چربی	ورزش وغیرہ

پیٹ کے ارد گرد سے چربی کم کرنا ایک عام فٹنس کا مقصد ہے۔ مشقوں اور طرزِ زندگی میں تبدیلیوں کی ایک بڑی تعداد لوگوں کو اس تک پہنچنے میں مدد کر سکتی ہے۔

بہت سی خاص گولیوں، مشروبات اور سپلیمنٹس کے مینوفیکچررز کا دعویٰ ہے کہ ان کی مصنوعات وزن میں تیزی سے کمی، پیٹ کی چربی کو ختم کرنے یا دونوں کا باعث بن سکتی ہیں۔

تاہم! اس بات کی تصدیق کرنے کے لیے سائنسی شواہد کی کمی ہے کہ "یہ مصنوعات محفوظ، کارآمد یا موثر ہیں یا نہیں؟"

در حقیقت، جب ایک شخص قدرتی طریقوں سے وزن کم کر سکتا ہے اور چربی کو کم کر سکتا ہے، بشمول خوراک کو تبدیل کرنا اور مخصوص قسم کی ورزش کرنا تو کیوں نہ اس قدرتی طریقے کو ہی منتخب کیا جائے۔ بس! صرف عزم اور جذبے کی ضرورت ہے۔

کیا چیز پیٹ کی چربی کو مختلف بناتی ہے؟

قلبی ورزش کیلوریز جلانے کا ایک اچھا طریقہ ہے۔

ویسرل چربی، جسے پیٹ کی چربی بھی کہا جاتا ہے-ایک ممکنہ طور پر نقصان دہ قسم ہے، جو پیٹ کے اعضا کو گھیر لیتی ہے۔ پیٹ کی چربی کی مقدار کو کم کرنے سے صحت کے کئی اہم فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

ایک شخص جو کچھ کھاتا ہے، وہ اس کے لیے عصبی چربی کا سبب بنتی ہے۔ اہم غذائی تبدیلیاں کرنا اور صحیح قسم کی ورزش کرنا اس قسم کی چربی کی سطح کو کم کر سکتا ہے۔

جسم کی چربی کو کم کرنے کا ایک مؤثر ترین طریقہ یہ ہے کہ "ورزش کے بعد کم کیلوریز والی غذا کھائیں۔ اس سے پیٹ سمیت پورے جسم میں چربی کی کمی ہوتی ہے۔"

اس کے علاوہ ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ "کم کیلوری والے کھانے اکثر زیادہ کیلوری والے کھانے سے زیادہ غذائیت بخش ہوتے ہیں۔"

ایسی غذائیں کم کھائیں جن میں کیلوریز زیادہ ہوں۔

پھل اور سبزیاں زیادہ کھائیں۔

پھل اور سبزیاں کاربوہائیڈریٹ فراہم کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں، جو کہ کاربوہائیڈریٹس کا ایک صحت مند، کم کیلوری والا کا بہتر متبادل ہیں۔

پیٹ کی چربی کو کم کرنے کے لیے کچھ جڑی بوٹیوں کے علاج یہ ہیں۔

1. **سبز چائے کا استعمال:** اس چائے کا باقاعدہ

اللہ کا عطا کردہ رزق

ندا اختر

حضرت امّ شریک رضی اللہ عنہا قریش کی عورتوں میں سے ہیں، ان کا نام غزیہ بنت جابر تھا۔ انھوں نے بغیر مہر اپنا آپ رسول اللہ ﷺ کے لیے بطورِ نکاح پیش کر دیا تھا۔ کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے انھیں منع فرما دیا تھا، پھر انھوں نے کسی اور سے شادی نہ کی، یہاں تک کہ انتقال فرما گئیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے امّ شریک رضی اللہ عنہا کے دل کو نورِ اسلام سے منور کیا تو وہ مکہ میں ہی تھیں۔ وہ اسلام لے آئیں اور پھر چپکے، چپکے ہر گھر میں جا کر قریش کی عورتوں کو دعوتِ اسلام دینے لگیں، یہاں تک کہ مکہ والوں پر ان کا راز کھل گیا اور انھوں نے انھیں پکڑ لیا اور کہا کہ اگر ہمیں آپ کی قوم کی عزّت کا پاس نہ ہوتا تو ہم نہ جانے آپ کا کیا حشر کرتے، مگر ہم اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ آپ کو ان کے پاس لوٹا دیں، کہتی ہیں کہ انھوں نے مجھے اونٹ کی ننگی پیٹھ پر سوار کرا دیا اور لے چلے، وہ لوگ مجھے شہد سے روٹی کھلاتے تھے، مگر پانی کا ایک گھونٹ بھی نہیں دیتے تھے، یہاں تک کہ دوپہر ہو جاتی اور سورج کی حدّت اپنے عروج پر ہوتی تو وہ اترتے، اپنے اپنے خیمے لگاتے اور مجھے سورج کے نیچے چھوڑ دیتے، یہاں تک کہ میری نظر، عقل اور سماعت نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ انھوں نے تین دن تک میرے ساتھ ایسا ہی کیا، پھر تیسرے دن مجھ سے کہا: "اپنی ضد چھوڑ دو۔" کہتی ہیں کہ "مجھے ٹھیک سے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں، مگر میں جتنا سمجھ پا رہی تھی، اس کے جواب میں اپنی انگلی وحدانیت کی گواہی کے طور پر آسمان کی جانب اٹھا دیتی۔" کہتی ہیں: "بس یہی میرا حال تھا اور تکلیف اور پریشانی عروج پر تھی کہ مجھے اپنے سینے پر مشکیزہ کی ٹھنڈک کا احساس ہوا، میں نے وہ مشکیزہ لیا اور اس میں سے ایک گھونٹ بھر لیا، پھر وہ مجھ سے دور کر دیا گیا، پھر جو میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو دیکھتی ہوں کہ ایک مشکیزہ زمین و آسمان کے درمیان معلّق ہے، مگر میں اس تک نہیں پہنچ پائی، یہاں تک کہ وہ خود دوبارہ مجھ پر جھکا اور میں نے پھر ایک گھونٹ پانی پیا، وہ پھر اوپر چلا گیا، دیکھا تو وہ پھر زمین و آسمان کے درمیان معلّق تھا، پر تیسری بار وہ مجھ پر جھکا اور پھر میں نے اس وقت تک پانی پیا جب تک کہ میں سیراب نہ ہو گئی اور پھر میں نے اپنے چہرے، سر اور کپڑوں پر خوب سارا پانی انڈیل لیا، اب جو وہ لوگ اپنے خیموں سے باہر آئے اور مجھے دیکھا تو بولے: "اے اللہ کی دشمن! یہ تمھیں کہاں سے ملا؟" میں نے کہا: "ان سے، اللہ کی دشمن میں نہیں وہ ہیں جو اس کے دین کی مخالفت کرتے ہیں اور جہاں تک تمہارے اس سوال کا تعلق ہے کہ یہ پانی کہاں سے آیا تو یہ اللہ کا رزق تھا جو اس نے مجھے عطا کیا تھا۔" بس اتنا سننا تھا کہ وہ سب لوگ تیزی سے اپنے اپنے مشکیزوں کی جانب لپکے، مگر وہ جوں کے توں بند تھے جیسے انھوں نے چھوڑے تھے، ہرگز نہیں کھولے گئے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ بولے: "ہم گواہی دیتے ہیں کہ تمہارا رب ہی ہمارا رب ہے اور جس نے تمھیں اس حال میں (جس تک ہم نے تمھیں پہنچایا تھا) یہ رزق دیا تو بے شک اس نے دینِ اسلام بھی نازل فرمایا ہے اور پھر وہ سب کے سب مشرّف بااسلام ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بغرضِ ہجرت چل دیے۔ وہ لوگ خود پر میرا افضل اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کیا اچھی طرح جانتے تھے۔ اس واقعے کے بعد مجھے کبھی پیاس کی شدّت نے پریشان نہ کیا، یہاں کہ میں سخت گرمی کے موسم میں روزے رکھا کرتی تھی اور بیت اللہ کا طواف کیا کرتی تھی۔

استعمال کمر اور پیٹ کی چربی کو کم کرتا ہے۔ سبز چائے میں اینٹی آکسیڈنٹ خصوصیات ہیں، جو جسم کی توانائی کو بڑھانے کے ساتھ ساتھ چربی جلانے کے عمل کو بھی تیز کرتی ہیں۔ روزانہ دو سے تین کپ سبز چائے کا استعمال وقت کے ساتھ ساتھ وزن میں خاطر خواہ کمی کا باعث بن سکتا ہے۔

2 **کیلے کا استعمال:** کیلے پوٹاشیم سے بھرپور ہوتے ہیں جو کہ بلڈ پریشر کو نارمل رکھنے اور شریانوں کی صحت کو بہتر بنانے کے لیے بہت مفید ہیں۔

کیلے میں پائے جانے والے دیگر اجزا بے وقت بھوک کو کم کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ ان کا باقاعدگی سے استعمال میٹابولزم کی رفتار کو بھی بڑھاتا ہے، جس کی وجہ سے پیٹ کی چربی تیزی سے پگھلنے لگتی ہے۔

3 **خشک میوہ جات کا استعمال:** پیٹ کی چربی کو کم کرنے کے لیے فائبر کا استعمال کرنا بہت ضروری ہے جو کہ جسم میں آسانی سے کم وقت میں جذب ہو سکتا ہے۔ تیزی سے جذب ہونے والا فائبر زیادہ تر خشک میوہ جات میں پایا جاتا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق بادام کا روزانہ استعمال موٹاپے کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اس مقصد کے لیے روزانہ پندرہ سے بیس بادام استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بادام دل کی صحت کو بہتر بنانے میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔

4 **لیموں کا استعمال:** روزانہ ایک لیموں کا استعمال صحت کے لیے بہت سے فائدے رکھتا ہے۔ صبح نیم گرم پانی میں لیموں کا رس ملاتے وقت رس بھرے پانی میں تھوڑی مقدار میں نمک بھی ملایا جا سکتا ہے۔ اس کا باقاعدگی سے استعمال پیٹ کی چربی کم کرتا ہے۔

5 **لہسن کا استعمال:** لہسن کا باقاعدگی سے استعمال صحت پر فائدہ مند اثرات کو ظاہر کرتا ہے۔ لہسن کے فوائد میں یہ شامل ہے کہ صبح ایک یا دو لہسن کے لونگ کھانے سے دوران خون بہتر ہوتا ہے۔ لہسن کھانے کے بعد اگر لیموں پانی بھی پیا جائے تو پیٹ کی چربی تیزی سے کم ہوتی ہے۔

پیٹ کی چربی کم کرنے کے لیے دو مؤثر مرکب مشروبات:

نسخہ 1: دیسی اجوائن ایک چمچ — کلونجی ایک چمچ — سونف ایک چمچ

ایک چمچ چھوٹی الائچی — زیرہ ایک چمچ — پودینہ چند پتیاں

ان تمام اجزا کو پیس لیں۔ صبح و شام آدھا چمچ کھانے کے بعد سبز چائے کے ساتھ لیں۔ بعض ماہرین کافی کے ساتھ لینا بھی بتاتے ہیں۔ اس سے اضافی چربی ختم ہو جائے گی اور پھٹا ہوا معدہ خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔ سونف آپ کو دوبارہ بھوک نہیں لگائے گی، نیز آپ کا کھانا ہضم کرے گی۔ زیرہ (زیرہ)، اجوائن اور پودینہ اضافی چربی کو ختم کرنے میں مدد دے گا۔ اس مشروب سے ایک نہیں بلکہ کئی بیماری کا علاج ہوتا ہے۔

نسخہ 2: ایلوویرا جیل دو چائے کے چمچ — ایک لیموں

ہرا دھنیا دو چائے کے چمچ — کھیرا ایک عدد — ادرک ایک انچ کا ٹکڑا

ان تمام اجزا کو ایک کپ پانی کے ساتھ بلینڈ کریں اور صرف ایک چٹکی کلونجی ڈال کر صبح ناشتے سے ایک گھنٹہ پہلے پی لیں۔ صرف 30 دن کے اندر اس کا باقاعدگی سے استعمال کرنے سے پھولا ہوا پیٹ کم ہو جائے گا۔ وزن کم کرنے کے لیے صرف دھنیا لیں، جو کہ اس کے ڈنٹھل وزن میں اضافہ کرتے ہیں۔ لیموں اور ایلوویرا جیل چربی کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

الغرض! درج بالا ٹوٹکوں اور نسخوں میں سے جس کو بھی اختیار کریں کم از کم تین ماہ لازمی اسے تسلسل کے ساتھ کیجیے، بعید نہیں کہ آپ بھی ایک اسمارٹ جسامت کے حامل بن کر خوب صورت خدوخال کے ساتھ معاشرے میں مطمئن زندگی گزار سکیں۔

پردہ

لائبہ عبدالستار

"مماجان میں پردہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"تو آپ مجھ سے اجازت لے رہی ہیں؟"

"نہیں امی جان! بتا رہی ہوں، کیوں کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ کا حکم پورا کرنے کے لیے کسی مخلوق کی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی اور میں جانتی ہوں کہ میری سویٹ مما مجھے اس سے منع نہیں کریں گی۔"

"ہممم۔۔۔ مگر عشال تم اچھی طرح جانتی ہو، تمہاری منگنی ایسے خاندان میں ہوئی ہے جو پردے کو بالکل پسند نہیں کرتے۔"

"جانتی ہوں مماجان!"

"تو پھر یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟"

"جی مما! آپ میرا ساتھ دیں گی نا؟"

"بالکل، میں ساتھ دینے کے سوا کر بھی کیا سکتی ہوں۔"

"بہت شکریہ مما! آپ بہت اچھی ہیں۔" عشال نے ماں کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

موبائل کی بیل مسلسل بج رہی تھی اور وہ نظر انداز کیے جا رہی تھی۔

"عشال کال ریسیو کرو، بات کرنی ہے۔"

"بہت معذرت، یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔ میں اب پردہ کرتی ہوں، آپ میرے لیے نامحرم ہیں، لہٰذا نکاح کے بعد ہی آپ سے بات ہو گی۔ اللہ حافظ!" کانپتے ہاتھوں سے میسج ٹائپ کر کے موبائل رکھا اور جائے نماز بچھا کر بیٹھ گئی۔ نجانے کتنی ہی کال اور میسج آتے رہے، اس نے انھیں کوئی اہمیت نہ دی۔

"مماجان میں نے مدرسہ جوائن کیا ہے۔"

"ارے یہ تو اچھی بات ہے بٹیا رانی!"

"اللہ آپ کو باعمل بنائے، آمین!"

"روبینہ! تم نے اتنا بڑا فیصلہ بغیر پوچھے کر لیا؟ تم نے بیٹی کو سمجھایا نہیں؟"

"ارے میرا بیٹا شوخ مزاج، اس پردہ نشین کو لے کر کیسے معاشرے میں پھرے گا؟"

"لیکن صفیہ آپا! یہ تو اللہ کا حکم ہے نا اور رر۔۔۔۔!"

"ارے! کیا ایک ہی اللہ کا حکم پورا کرنا رہ گیا تھا؟ یہ نہ دیکھا بچپن کی پرانی منگنی ہے۔ کتنی چاہت سے میں نے حمزہ کے لیے مانگا تھا تمہاری بیٹی کو! صرف اس لیے کہ معاشرے میں بلاخوف و جھجک چل سکتی ہے، آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکتی ہے، مگر مجھے کیا پتا تھا کہ اندر سے کتنی ڈرپوک اور بزدل نکلے گی۔"

"صفیہ آپا! عشال اب بھی ایسی ہی ہے جیسی آپ چاہتی ہیں، وہ آپ کو بہت خوش رکھے گی، مگر ساتھ میں وہ اللہ کے اس حکم کو بھی چھوڑنا نہیں چاہتی۔"

"ارے خاک خوش رکھے گی مجھے، جب میرا بیٹا ہی خوش نہیں ہو گا اس کی دو گز کی چادر سے۔۔۔ بھئی میری طرف سے تو یہ رشتہ ختم ہے۔"

"صفیہ آپا دیکھیں! سالوں کی منگنی کو اس طرح ختم نہ کریں، اس کا باپ بھی نہیں، کچھ تو رحم کیجیے۔"

"ارے تو یہ پہلے سوچنا تھا نا۔۔۔ ہماری طرف سے تو نہ ہے، بھئی میرے حمزہ کے لیے چاند سی لڑکی لاؤں گی ڈھونڈ کر، سب دیکھتے رہ جائیں گے۔" صفیہ آپا بولتی بولتی دروازے سے نکل گئیں اور روبینہ اپنے آنسو پونچھتی رہ گئی۔ دروازے کی اوٹ سے عشال بھی سن رہی تھی، آنسو تھے یا خطرناک بارش کی بوندیں جو بہے چلی جا رہی تھیں۔ بیٹا! آپ نے اللہ کی خاطر پردہ کیا ہے، اللہ آپ کو یوں تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ وہ آپ کو بہترین سے نوازیں گے، انشاء اللہ! یہ آزمائش ہے، کبھی مایوس مت ہونا۔ انبیا علیہم السلام اللہ کے مقرّب بندے تھے، مگر پھر بھی آزمائشیں ان پر زیادہ تھیں۔ یہ آزمائشیں ہمیں اللہ سے جوڑنے کا سبب بنتی ہیں۔

"جی باجی۔۔۔" باجی کی بات سے دل کا بوجھ ہلکا ہوا۔

"بٹیا! کچھ لوگ دیکھنے آرہے ہیں، تیار ہو جاؤ!"

"جی مماجان!"

"اور گرے والا سوٹ پہننا، بہت جچے گا تم پر!"

"جی جی، جو حکم میرے آقا۔۔۔" عشال نے ہنستے ہوئے کہا تو مما بھی ہنس دیں۔

"ارے! آپ کی بیٹی تو چاند سے بڑھ کر ہے، ماشاء اللہ! کیا کرتی ہیں بیٹی آپ؟"

"آنٹی بس ابھی بی اے کے امتحان دے کر فارغ ہوئی ہوں۔"

"اچھا اچھا، ماشاء اللہ!" مزید معلومات لینے کے بعد رشتہ فائنل ہونے ہی لگا تھا کہ ایک شرط رکھ دی گئی۔۔۔ "روبینہ بہن! ہمیں آپ کی بیٹی ہر لحاظ سے اچھی لگی، مگر ہماری ایک شرط ہے اور شرط یہ ہے کہ آپ کی بیٹی پردہ نہیں کرے گی۔"

کمرے میں سناٹا چھا گیا، روبینہ بیگم کو اگر آواز آرہی تھی تو بس اپنے دل کی دھڑکن کی، جو تیز ہوئے جا رہی تھی۔۔۔

"اچھا، پھر ہم چلتے ہیں۔ آپ ہمیں سوچ سمجھ کر جواب دیجیے گا، اچھے رشتے بار بار نہیں ملتے" ایک بار پھر امید ٹوٹ چکی تھی۔

عشال کی شادی کی عمر نکلی جا رہی تھی۔ اس دسمبر میں 27 کی وہ ہو چکی تھی اور کتنے ہی رشتے ٹھکرا کر اسے جا چکے تھے۔ صفیہ بیگم پہلے بیوگی کے غم، پھر اکلوتی بیٹی کے غم میں گھلی جا رہی تھیں۔

"ارے عشال! رشتہ والی زلیخا کا فون آیا تھا۔ ایک بہت ہی اچھا رشتہ ہے، دین دار لوگ ہیں، تم پیارا سا تیار ہو جانا، ٹھیک ہے؟"

"ٹھیک ہے مماجان! ہو جاؤں گی۔ آپ یہ بتائیں ریفریشمنٹ میں کیا کرنا ہے؟"

صفیہ اسے سمجھانے لگی۔۔۔ "بھئی آپ کی بیٹی ہے تو بہت اچھی اور پردہ پر بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں، بلکہ ہمارا بیٹا بھی عالم ہے، وہ تو چاہتا ہی یہ ہے کہ اسے باپردہ، باحیا شریک حیات ملے، مگر آپ کی بیٹی دِکھنے میں عمر کی کچھ زیادہ لگ رہی ہے ہمیں، بھلا کیا عمر ہے ان کی؟"

"جج جی۔۔۔ ابھی اٹھائیس کی ہوئی ہے۔" روبینہ کانپتے ہونٹ دھڑکتے دل سے بولیں۔

"اوہ! دیکھیں بھئی ہمارے خاندان میں تو اس عمر کی لڑکیوں کے کم از کم تین بچے بھی ہو جاتے ہیں اور ہمارا بیٹا تو چھبیس سال کا ہے صرف۔۔۔ اگر آپ کو برا نہ لگے تو میرے بڑے کی بیوی کا انتقال ہو چکا ہے، میرا بیٹا قابل ہے، عالم اور ڈاکٹر بھی۔۔۔ آپ کہیں تو میں اس کے رشتے کی بات یہاں چلا دیتی ہوں۔ ہم آپ کی بیٹی کو بہت خوش رکھیں گے، کسی چیز کی کمی نہیں ہو گی، اگر آپ کا دل مانے تو سو بسم اللہ!" روبینہ بیگم کا وہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔۔۔

"پھر ہم آپ سے فون پر ضرور پوچھیں گے، آپ سوچ لیجیے گا، میں عشال کو دل سے اپنی بہو بنانا چاہتی ہوں۔"

"عشال بیٹا! پھر کیا سوچا آپ نے؟ دیکھو میں نے یہ فیصلہ تم پر چھوڑا ہے، جیسا تم کہو گی ویسا ہی ہو گا، کوئی زبردستی نہیں ہے۔"

"جج جی! میں راضی ہوں امی۔۔۔" مما سے آنسو چھپاتے ہوئے بولی، مگر آنسو کہاں چھپنے والے تھے۔ دامن میں گرتے ہی ماں کی نظر میں سما گئے۔

"میری بچی۔۔۔" مما نے اسے گلے لگایا پھر تو ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔

پلکوں کی حد کو توڑ کر دامن میں آگرا

اک اشک میرے صبر کی توہین کر گیا

عشال تو رخصت ہو گئی، مگر ابھی اور عشال اس دنیا میں موجود ہیں جو عشال کی طرح یا اس سے بھی زیادہ مشکلات کا سامنا کر رہی ہیں، آخر کیوں ہمیں پردہ بوجھ لگتا ہے؟ کیا ہم اللہ کے حکم کا مذاق نہیں اُڑا رہے ہیں؟ پردہ دار کو کیوں طنزیہ نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے؟ پردہ کو ناپسند کرنے والے کس طرح امی عائشہ سے محبت کے دعوے کر سکتے ہیں؟ آخر کس طرح وہ میدانِ حشر میں اُمہات المومنین سے نظریں ملا سکیں گے؟ خدارا! پردے کو اہمیت دیجیے! اپنی بیٹیوں کو خوداعتمادی کے ساتھ پردہ کرنا سکھائیے اور پردہ کو عام کیجیے۔ اللہ ہمیں عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ آمین!

"بیٹا! چولہا بند کردو۔" اماں نے کہا۔
اماں! چولہے پر کچھ نہیں ہے۔" شاہانہ نے لیپ ٹاپ پر سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔
"اچھا!" اماں بولی اور اپنی چپلیں پہنے لگیں۔
"کہاں جا رہی ہیں؟" شاہانہ نے ان کی جانب دیکھا۔
"روٹی ڈال آؤں ذرا۔" اماں سر پر دوپٹہ درست کرتے ہوئے بولیں۔
"کس کے لیے اماں؟ رات ہو رہی ہے، کسی کو روٹی نہیں کھانی، سونے کا وقت ہے، آپ بھی سو جائیں۔" شاہانہ ان کو سمجھانے والے انداز میں بولی۔
"اچھا، اچھا رات ہو گئی!!" وہ سر ہلاتے ہوئے بولیں۔
"ہاں، سکینہ تم آجاؤ، میں کمرے میں جا رہی ہوں سونے۔" شاہانہ نے انٹر کام پر سکینہ کو تاکید کی اور اماں کی طرف پلٹی، "آپ سو جائیں، سکینہ ابھی آجائے گی۔" وہ ان کے کمبل کی شکنیں درست کرتے ہوئے بولی۔
"کون سکینہ؟" اماں نے پوچھا۔
"سکینہ آپ کا خیال رکھتی ہے، آپ کے کام کرتی ہے۔" اس نے جواب دیا۔
"اچھا۔۔۔اور تم کون ہو؟" انھوں نے پوچھا۔
"میں آپ کی بیٹی ہوں شاہانہ، آپ میری پیاری سی اماں ہیں اور بس اب آپ سو جائیں۔" شاہانہ ان کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے پیار سے بولی۔
شاہانہ، سکینہ کے آتے ہی کمرے سے نکلی تو دل بوجھل اور آنکھوں میں نمی تھی۔ وہ کمرے میں آکر لیٹی تو نیند اس سے دور بھاگ چکی تھی۔ اسی اداسی کے ساتھ رات کے کسی پہر اس کی آنکھ لگ گئی۔
فجر کے الارم پر اس کی آنکھ نہ کھل سکی، جب اٹھی تو روشنی پھیل چکی تھی، جلدی جلدی وضو کر کے نماز پڑھی اور اماں کے کمرے کا رُخ کیا۔ فرش پر جائے نماز بچھی تھی اور اماں دھیمی آواز میں تلاوت کر رہی تھیں۔
وہ دوا اور پانی لیے ان کے پاس گئی، اسے معلوم تھا نماز اور قرآن انھیں یاد رہتا ہے، لیکن دوا وہ ضرور بھول جاتی ہیں۔
روز کی طرح انھوں نے پوچھا: "کس چیز کی دوا ہے، کیوں دے رہی ہو؟" شاہانہ تحمل سے ان کے تمام سوالوں کے جواب دیتی رہی۔
اماں کو ناشتہ کروانے کے بعد اسے کچھ سودا سلف لینے جانا تھا، اس نے اماں کو بتایا ساتھ ہی سکینہ کو کچھ ہدایات دیں اور باہر چلی گئی۔
تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد اس کی واپسی ہوئی تو اماں برآمدے میں پریشان ٹہلتی ہوئی ملیں، اسے دیکھتے ہی بولیں: "کہاں چلی گئی تھی؟"
"اماں، بتایا تو تھا باہر جانا تھا مجھے!" وہ بولی۔
"اچھا، اچھا، ہاں ں ں، بتایا تو تھا۔" وہ پُر سوچ انداز میں بولیں۔
وہ ان کا ہاتھ تھامے اندر لے آئی، سودا سکینہ کو تھمایا اور صوفے پر ڈھیر ہو گئی۔
"تو جنید نہیں آیا ساتھ؟" اماں نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"وہ کہاں سے آئیں گے؟ یہاں تھوڑی رہتے ہیں وہ!" وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔
"تو کہاں رہتا ہے؟" انھوں نے بارہا پوچھا ہوا سوال دہرایا۔
"امریکہ میں، اماں!"
"وہاں کب گیا وہ؟ ابھی رات میں نہیں تھا میرے پاس؟" اماں دکھ سے پوچھنے لگیں۔
"اماں، وہ بہت سالوں سے ادھر ہی ہیں، میں ان کو کہوں گی کہ آپ سے ملنے ضرور آئیں۔" شاہانہ نے بھی لگا بندھا جواب دہرایا۔
اماں نے محض سر ہلانے پر اکتفا کیا۔ گویا بات ان کو صحیح سمجھ نہیں آئی تھی۔ شاہانہ نے بھی مزید بحث سے گریز کیا، کیوں کہ اس سے اماں کی الجھن کم ہونے کے بجائے بڑھ جاتی تھی۔
گو کہ یہ تقریباً دن رات کا معمول تھا، تاہم! کبھی کبھی اماں زیادہ الجھ جاتی تھیں، جب یادداشت ان کا ساتھ نہ دیتی تو باتوں کا ربط بھی بگڑ جاتا تھا۔
جنید اور شاہانہ، بیگم کلثوم کی دو ہی اولادیں تھیں۔ شوہر کا عرصہ ہوا انتقال ہو گیا تھا۔ جنید اعلیٰ تعلیم کے لیے وظیفے کی بنیاد پر امریکہ ایسا گیا کہ پھر گھر والے اس کی شکل کو ترس گئے، لیکن وہ کسی نہ کسی مسئلے کی وجہ سے ان پندرہ سالوں میں ایک بار بھی نہ آسکا۔ شاہانہ آن لائن کام کر لیتی تھی، ابا کی پینشن بھی مناسب تھی اور جنید بھی معقول رقم بھجوا دیتا تھا۔
وقت کے ساتھ ساتھ کلثوم بیگم کی یادداشت نے ان کا ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا، ان کو چھوٹی چھوٹی معمول کی باتیں، نام بھولنے لگے، جو ماضی کی باتیں یادداشت میں محفوظ بھی تھیں، ان کے اظہار کے لیے الفاظ کا ذخیرہ سکڑتا جا رہا تھا اور ہر گفتگو بے ربط اور بے محل ہونے لگی، ہر کام کا آغاز اپنے انجام سے منقطع ہونے لگا، جس سے وہ خود بھی پریشان ہو جاتی تھیں، جب اپنا مقصد نہ سمجھا یا جاتا یا وہ بات ہی ذہن سے نکل جاتی۔ شاہانہ سے جو بن پڑا اس نے علاج کے لیے تگ ودو کی، لیکن اماں کے مرض میں افاقہ نہ ہوا۔
کبھی وہ الماری کھولے کتنی دیر کھڑی بے مقصد چیزیں ٹٹولتی رہتیں اور پھر سب کچھ چھوڑ کر کسی اور کام میں مصروف ہو جاتیں اور پھر وہ کام بھی ادھورا چھوڑ دیتیں۔ کبھی باورچی خانے میں کچھ تلاشتی نظر آتیں، کوئی پوچھتا کہ کیا ڈھونڈ رہی ہیں تو سوائے بے ربط جملوں کے کوئی جواب نہ ملتا، کبھی ایک ہی بیگ، الماری یا دراز کو بار بار کھول کر دیکھتیں، بند کر کے کچھ ہی دیر میں دوبارہ کھول کر دیکھتیں۔
کبھی ان کی گفتگو طویل ہو جاتی تھی، کیوں کہ لوگوں اور چیزوں کے نام بھولنے کے سبب وہ کنایوں کا استعمال کرتیں اور بات کی تہہ تک پہنچنے اور سمجھنے میں وقت لگ جاتا تھا۔ شاہانہ ان کی حالت دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھتی رہتی اور بھائی سے جب جب بات ہوتی اسے کہتی کہ اماں سے آکر مل جاؤ۔ جنید اگلے سال اور پھر اگلے سال کا کہتا رہتا اور اسی طرح مزید کئی سال بیت گئے۔
ایک روز شاہانہ باہر سے آئی تو اماں پوچھنے لگیں: "اسکول سے آگئی تم؟ جنید نہیں آیا؟"
"ارے اماں! میں اسکول تھوڑی جاتی اب!" وہ بولی۔ "ہاں، لیکن جنید نے کہا ہے کہ وہ ان شاء اللہ جلد آئے گا۔"
"کون آئے گا؟" اماں نے پوچھا۔
"اماں! جنید، آپ کا لاڈلا بیٹا آ رہا ہے آپ سے ملنے۔" شاہانہ نے بشاشت سے کہا، لیکن اماں کے

بقیہ صفحہ نمبر 34 پر

یاد

فریحہ معراج

شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور

بشریٰ حسین

مہذّب اور انسانی حقوق کی علم بردار دنیا کے سب سے تعلیم یافتہ، روشن خیال اور بڑے منصف ادارے میں ایک نہایت مضحکہ خیز بیان سامنے آیا۔

حالیہ اسرائیل غزہ جنگ پر اقوامِ متحدہ میں ایک اجلاس کے دوران اسرائیلی ترجمان نے اقوامِ متحدہ میں پتھر دِکھاتے ہوئے کہا کہ فلسطینیوں پر ہم اس وجہ سے میزائیل برساتے ہیں، کیوں کہ فلسطینی بچے ہمیں پتھر سے مارتے ہیں، نیز اس نے اپنے بیان میں یہ بھی کہا کہ ان کی تمام عورتیں اور بچے بھی دہشت گرد ہیں۔

جارح، دہشت گرد اور ناجائز ریاست اسرائیل کی جانب سے اسلامیانِ فلسطین اور بالخصوص فلسطینی بچوں پر روا رکھے جانے والے مظالم کی وجہ اقوامِ متحدہ میں ہمیشہ سے ان معصوم و مظلوم بچوں کے ہاتھوں میں پتھر ہی بیان کی جاتی ہے اور زور دیا جاتا ہے کہ دنیا بھر سے اس کے خلاف آواز اٹھائی جائے اور اس کی مذمت کی جائے، چہ! خوب ہم آہ بھی بھریں تو دہشت گرد اور وہ بہیمانہ قتل و غارت گری بھی کریں تو مہذّب اور انسانیت دوست۔

اسرائیل حماس جنگ سے پہلے بھی بلکہ حماس کے قیام سے بھی بہت پہلے اسرائیل کے تمام فلسطینیوں اور بالخصوص فلسطینی بچوں کے خلاف مظالم کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

اسرائیل دنیا کا واحد ملک ہے، جہاں بچوں کے لیے خصوصی فوجی عدالتوں کا نظام ہے۔

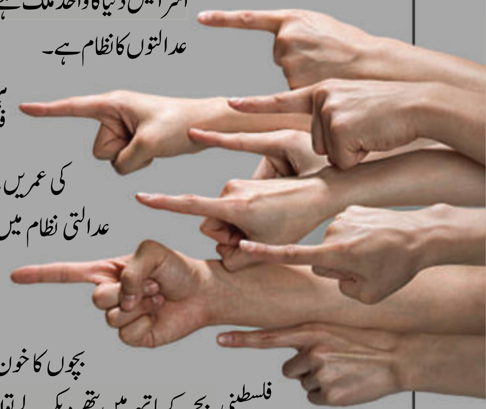

ہر سال تقریباً 500 سے 700 فلسطینی بچوں (جن میں سے اکثریت کی عمریں 12 سال تک ہیں) کو اسرائیلی فوجی عدالتی نظام میں حراست میں لیا جاتا ہے اور ان کے خلاف مقدّمہ چلایا جاتا ہے۔ سب سے عام الزام پتھر پھینکنا ہے۔ معصوم بچوں کا خون پینے والی یہ ڈریکولا ریاست اگر کسی فلسطینی بچے کے ہاتھ میں پتھر دیکھ لے تو اسے بیس سال قید سنا دی جاتی ہے۔

اسرائیلی جیلوں میں ان بچوں کو ذہنی و جسمانی دونوں طرح کی اذیتیں دی جاتی ہیں، کس جرم میں؟ فقط پتھر اٹھانے کے جرم میں۔۔۔ کیا ساری دنیا کے بچے اپنی زمین پر بیٹھ کر مٹی، کنکر، پھول اور پرندوں کے پروں سے نہیں کھیلتے۔۔۔ ہاں! مگر فلسطینی بچے جن سے ان کی زمین بزورِ ظلم چھینی گئی اور جن پر آئے دن اسرائیلی پولیس، فوجی اور آباد کار ہتھیاروں سے لیس ہو کر کوئی نہ کوئی متشدّد کارروائی کرنے کے لیے آدھمکتے ہیں، وہ اپنے دفاع کے لیے زمین پر پڑے کنکر اور روڑے بھی اٹھا لیں تو اسرائیل کی چیخیں ساری دنیا میں سنائی دینے لگتی ہیں۔

اور اب اگر بالخصوص غزہ کی بات کی جائے تو 365 مربع کلومیٹر کی یہ محصور پٹی قریباً دو ملین فلسطینی آبادی کو سمیٹے ہوئے ہے۔ (اور اس وقت عالم کفر متحد ہو کر اس محصور مسلمان آبادی کو مٹانے پر تلی ہے۔)

جون 2022 میں برطانوی تنظیم سیو دا چلڈرن کے مطابق غزہ کی محصور پٹی کی کل 47 فیصد آبادی بچوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے آٹھ لاکھ بچے ایسے ہیں جو اس محاصرے کے دوران پیدا ہوئے ہیں۔

رپورٹ میں شامل دیگر اعداد و شمار کے مطابق محصور غزہ کے 84 فیصد بچے ہمہ وقت خوف میں جبکہ 80 فی صد ہر وقت گھبراہٹ میں مبتلا رہتے ہیں۔

77 فی صد بچے ہر وقت اُداس اور 55 فی صد خود کشی کا سوچتے ہیں، جبکہ 69 فی صد غم و بے بسی کی بنا پر خود کو ہی نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

بچوں کی نگہداشت کرنے والے افراد نے بھی بچوں میں تشویش ناک رویّوں کے پائے جانے کی تصدیق کی ہے۔ 79 فیصد والدین کا کہنا ہے کہ اب بچے پہلے سے زیادہ بستر گیلا کرتے ہیں۔ 78 فیصد کا کہنا ہے کہ ان کے بچے دیا گیا کام مکمل نہیں کر پاتے۔ 59 فیصد نے کہا ہے کہ بچوں کو بولنے میں دشواری سمیت زبان، گفت گو اور عارضی گونگے پَن کا سامنا ہے، جو ٹراما (گہرے صدمے) اور بد سلوکی کی علامات ہیں۔

سیو دا چلڈرن کے مطابق ان تمام رویّوں کے فوری اور دیرپا اثرات ہیں، جس کا اثر بچوں کی سیکھنے اور سماجی روابط کی صلاحیتوں پر پڑتا ہے۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ بچوں کی نگہداشت کرنے والے خود بھی شدید جذباتی تناؤ کا شکار ہیں اور 96 فیصد نے ناخوش اور فکر مند رہنے کے بارے میں رپورٹ کیا ہے۔

مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں سیو دا چلڈرن کے کنٹری ڈائریکٹر جیسن لی کا کہنا ہے کہ اس رپورٹ کی تیاری کے لیے ہم نے جن بچوں سے بات کی وہ متواتر خوف، فکر، اُداسی اور غم میں مبتلا ہیں۔ وہ اس دہشت میں مبتلا ہیں کہ ابھی وہ ایک اور پُر تشدّد واقعے کا شکار ہونے والے ہیں۔ انھیں سونے اور توجّہ مرکوز رکھنے میں بھی بہت دِقّت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ بستر گیلا کرنا، بولنے کی صلاحیت کھو دینا اور بنیادی کام بھی نہ کر پانا ذہنی تناؤ کے منہ بولتے ثبوت ہیں۔

رپورٹ کے آخر میں عالمی ضمیر کو یہ کہہ کر بھی جھنجھوڑا گیا کہ یہ سب اعداد و شمار بین الاقوامی برادری کو جگانے کے لیے کافی ہونا چاہییں اور غزہ کی پٹی کا ظلم و بربریت پر مبنی سترہ سالہ محاصرہ ختم ہونا چاہیے۔

اوپر بیان کیے گئے یہ چند اعداد و شمار تو وہاں کی اذّیت ناک زندگی کی محض ایک معمولی سی جھلک دِکھاتے ہیں، جو حالیہ جنگ سے پہلے نام نہاد امن کے دن تھے۔ اب ذرا دورانِ جنگ کے حالات پر بھی ایک نگاہ ڈالتے ہیں۔ ساری دنیا کے باضمیر افراد اور اداروں کی جانب سے مسلسل احتجاج اور جنگی جرائم کو روکنے کی قرار دادوں اور اپیلوں کے باوجود اسرائیل اپنے سرپرستوں کی حمایت کے ساتھ مسلسل انسانیت کے خلاف عظیم جرائم کا ارتکاب کر رہا ہے۔ وحشیانہ اور عالمی سطح پر ممنوع خوف ناک بمباری کا نشانہ بننے والی بے دِفاع شہری آبادی کا ایک بڑا حصہ معصوم بچوں پر مشتمل ہے۔ اسکولوں پر بمباری اور بڑی تعداد میں طلبا کی شہادتوں کے باعث تعلیمی سال دو ہزار تیئس منسوخ ہو چکا ہے۔

غزہ کے لوگوں کے خلاف اسرائیلی قبضے کے قتلِ عام پر تبصرہ کرتے ہوئے دی اکانومسٹ ویب سائٹ نے رپورٹ کیا کہ غزہ میں مارے جانے والے بچوں کی تعداد پچھلے تین سالوں میں ہر

جنگ میں مارے جانے والے بچوں کی سالانہ تعداد سے زیادہ ہے۔

روس یوکرائن جنگ میں پورے سال میں مرنے والے بچوں کی کل تعداد پندرہ سو جبکہ صرف تین ہفتے میں غزہ کے شہید بچوں کی تعداد تقریباً تین ہزار رہی ہے۔

جیو نیوز پر نشر کی جانے والی ایک خبر کے مطابق:

7 اکتوبر سے اب تک غزہ میں اسرائیل کے وحشیانہ حملوں میں 3 ہزار 500 بچے شہید ہو چکے ہیں، ایک ہزار لاپتا بچوں کے ملبے میں دبے ہونے کا بھی خدشہ ہے۔

جبکہ بچوں کے حقوق کے لیے سرگرم عالمی تنظیم "سیو دی چلڈرن" کا کہنا ہے کہ صرف 24 روز میں موت کی آغوش میں جانے والے غزہ کے بچوں کی تعداد گزشتہ ۴ سال میں دنیا بھر میں جنگ زدہ علاقوں میں ہلاک بچوں سے زیادہ ہے۔

صرف یہی نہیں اس حالیہ جنگ کے دوران امریکہ میں ایک چھ سالہ معصوم بچے کو ستر سالہ امریکی شہری نے مسلمان ہونے کی وجہ سے چھری مار کر شہید جبکہ اس کی ماں کو زخمی کر دیا۔

دنیا بھر میں جس وقت معصوم بچوں، کم زور خواتین اور بے دِفاع شہریوں کے خلاف اسرائیلی جنگی جرائم کو روکنے کی بات آتی ہے تو اسرائیل کی جانب سے نہایت ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اور جواب آتا ہے کہ ان کی تمام عورتیں اور بچے سب کے سب دہشت گرد ہیں۔ وہ بچہ بھی جو محض کچھ دنوں کا ہے، وہ بھی جسے اس دنیا میں سانس لیتے صرف چند ساعتیں گزری ہیں اور وہ بھی جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہے۔

ان سب دل دہلا دینے والے اعداد و شمار کو جان لینے کے بعد آئیں! خود کو نبیِ برحق حضرت محمد ﷺ کی ایک حدیث کی یاد دہانی کرواتے ہیں۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مومنوں کی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت و مودّت اور باہمی ہم دردی کی مثال جسم کی طرح ہے کہ جب اس کا کوئی عضو تکلیف میں ہوتا ہے تو سارا جسم اس تکلیف کو محسوس کرتا ہے، بایں طور کہ نیند اُڑ جاتی ہے اور پورا جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

اس حدیثِ مبارکہ کو پڑھ لینے کے بعد دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیے! غزہ میں شہید ہو جانے والے بچوں کے لیے آپ کے دل میں کتنا کرب و اضطراب ہے۔ آپ ایسا کیا کر سکتے ہیں کہ آنے والے دنوں میں فلسطینی بچے بالخصوص اور مسلم امہ کے تمام بچے بالعموم عالمِ کفر کے وحشیانہ مظالم سے محفوظ رہ سکیں۔

یہ نہ سوچیے گا کہ ہم تو بے بس ہیں، مجبور ہیں، کچھ نہیں کر سکتے کہ انسان بے حس نہ ہو تو بے بس کبھی نہیں ہوتا۔

مثال لینی ہے تو اہلِ غزہ کی لیجیے، چھوٹے سے علاقے میں محصور، زندگی کی بنیادی نعمتوں سے محروم، ہمہ وقت دنیا کی سب سے بڑی فوج اور انٹیلی جینس (کہ جس کا رعب و دبدبہ اور ہیبت تمام عالم پر چھایا ہے) کی ناک کے بالکل نیچے اہلِ غزہ نے کیسے زیرِ زمین سرنگوں کا جال بچھا کر مزاحمت اور جدّ و جُہد آزادی کی حیران کن نئی تاریخ رقم کر دی ہے۔ اپنی شہادتوں سے مسلم امہ کے بے جان جسم میں زندگی کی لہر رواں کی ہے اور عزّت و شرف کا راستہ، جہاد فی سبیل اللہ کا وہ باب جو امّت بھلائے بیٹھی تھی، یاد کروا دیا ہے۔

بقیہ یاد

چہرے سے لگ رہا تھا ان کو بات سمجھ نہیں آئی، تاہم وہ کچھ اور نہیں بولیں۔

کچھ دن بعد جنید واقعی آ گیا۔ اماں ہیٹر کے آگے بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں۔

”اماں، اماں دیکھیں! جنید آیا ہے۔“ خوشی سے مغلوب شاہانہ نے ان کو پکارا۔

اماں نے جنید کو پیار کیا، ماتھا چوما، حال پوچھا۔ اس کے لیے کچھ اچھا پکانے کو کہا۔ بار بار اس کی خیریت دریافت کرتیں، سر پر ہاتھ پھیرتیں۔

”آپی! آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا، مجھے لگ رہا تھا کہ اماں کی کنڈیشن بہت خراب ہے، وہ تو مجھے پہچانتی بھی ہیں، مجھ سے نارمل طریقے سے باتیں بھی کرتی رہیں۔“ جنید نے ندامت کی گرد جھاڑتے ہوئے کہا۔

”ہاں، بس ان کی طبیعت ایسی ہی رہتی ہے۔“ شاہانہ نے مختصر جواب دیا۔

”تم آرام کر وا بھی، صبح ناشتے پر باتیں کرتے ہیں، میں اماں کو دیکھ آؤں ذرا۔“ شاہانہ، جنید کو آرام کا کہہ کر باہر نکل آئی۔

اگلی صبح جنید تازہ دم ہو کر اٹھا، اماں کے پاس آیا، سلام دعا ہوئی، اماں نے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔ ”کیسی ہیں آپ؟“ وہ ان کا ہاتھ تھامے ہوئے بولا۔

”ٹھیک ہوں الحمد للہ!“ وہ مسکرا کر بولیں۔ ”تم کون ہو؟ جنید کے دوست ہو؟“

جنید ایک لمحے کے لیے انھیں دیکھتا رہ گیا۔ ان کی آنکھوں میں اپنائیت ڈھونڈنے لگا۔ وہ بدستور محبت سے دیکھ رہی تھیں، لیکن وہ آشنائی موجود نہ تھی۔

”اماں۔۔۔ میں ہی تو جنید ہوں۔“ وہ ٹکڑوں میں بولا۔

”جنید کون؟“ وہ ذہن پر زور دیتے ہوئے بولیں۔

”آپ کا بیٹا، میرا بھائی، جنید! کل آیا ہے، آپ سے ملنے کے لیے۔“ شاہانہ نے جنید کے کندھے پر تسلی والے انداز میں ہاتھ رکھتے ہوئے اماں سے مخاطب ہوئی۔

”جنید، ہاں ہاں، جنید۔۔۔ کیسے ہو تم؟“ وہ بچوں جیسی معصومیت سے سوال دہرا رہی تھیں۔

جنید ماں کی حالت دیکھ کر آزردہ تھا، لیکن لوٹ کر اسے پردیس ہی جانا تھا۔ وہ اس دکھ کے ساتھ لوٹ آیا کہ اس کی ماں اسے بھول چکی تھی۔

چھ مہینے بعد ہی اسے دوبارہ وطن لوٹنا پڑا، اماں انھیں چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے چلی گئی تھیں، شاہانہ غم سے نڈھال تھی۔

جنید کا قیام نہایت مختصر تھا۔ تدفین کے تیسرے روز، اس کی رات کی فلائٹ تھی۔

کچھ ضروری کاغذات و دیگر اشیا کے سلسلے میں وہ شاہانہ کی مدد سے اماں کا الماری اور پیٹیوں میں پڑا سامان کھنگال رہا تھا کہ ایک چھوٹا سوٹ کیس نظروں سے گزرا، اسے کھولا تو جنید کو لگا وقت پیچھے کی جانب چل پڑا ہو جیسے، اس کے کئی کھلونے، استعمال کی چیزیں، بچپن کے لڑکپن کے چیدہ کپڑے، اسکول کے رپورٹ کارڈز، پرانی تصاویر سب قرینے سے رکھا ہوا تھا، جیسے کوئی ابھی ترتیب لگا کر گیا ہو۔

آنسوؤں اور پسینے سے شرابور جنید ضبط کھو بیٹھا تھا۔ ”اماں کچھ نہیں بھولی تھیں، بھول تو میں گیا تھا، میں بھول گیا تھا ان کو۔۔۔“ وہ نجانے کیا ڈھونڈنے آیا تھا، لیکن پچھتاووں کے سوا کچھ نہ ملا اسے!!

بیت السلام موبائل ایپ

Available on the App Store

GET IT ON Google Play

- قبلہ ڈائرکشن
- ان فلائٹ نماز ٹائمنگ
- آن لائن ڈونیشن
- زکوۃ کیلکولیٹر
- لائیو اور ریکارڈ بیانات
- روزمرہ کی دعائیں
- قرآن کریم
- نماز ٹائمنگ

ٹیگو کیسے بچ گیا؟

سمیرا انور

"چیتے انکل! ٹیگو نے مجھے آج پھر مارا ہے اور اس نے میرا پاؤں بھی زخمی کر دیا ہے۔" ننھے شیرو نے ان کے لاڈلے سپوت کی شکایت لگاتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں ہر وقت لڑتے رہتے ہو، کبھی تو اپنی حرکتوں سے باز آ جایا کرو۔" چیتے انکل اس کو غصے سے گھورنے لگے۔ ان کے تیور دیکھتے ہوئے شیرو کان کھجاتے ہوئے خاموشی سے گھر کی طرف مڑ گیا۔ دراصل ٹیگو چیتے انکل کا شرارتی بچہ تھا، جو اکلوتا ہونے کے باعث بہت خود سر اور لاپرواہ تھا۔ ہر وقت کسی نہ کسی کے ساتھ جھگڑے میں مصروف رہتا تھا۔ شیرو شیر انکل کا بیٹا تھا، وہ شرارتی تو تھا مگر اس طرح ہر کسی کے ساتھ جھگڑا نہیں کرتا تھا۔ ٹیگو کے ساتھ اس کی دوستی تھی لیکن جب کبھی وہ تھوڑا سا بھی کسی کام سے انکار کرتا تو پھر اس کی خیر نہ ہوتی۔ آج بھی اس نے شیرو سے خالہ بلی کے چھوٹو کو پکڑنے کے لیے مدد چاہی تو اس نے انکار کر دیا کیوں کہ اس کو خالہ بلی کے چھوٹو سے بہت پیار تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ٹیگو اس کا شکار کرے۔ اس وجہ سے ان کے درمیان زبردست لڑائی ہوئی۔

"ٹیگو! تم اپنی حرکتوں سے باز آؤ گے یا نہیں، تمہاری وجہ سے مجھے سب کے سامنے شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔" چیتے انکل نے گھر واپسی پر ٹیگو کی خبر لیتے ہوئے کہا۔

"ابا اب میں نے کیا کر دیا ہے؟" وہ بے زاری سے بولا۔

"ابھی راستے میں خالہ بلی نے بہت دکھی انداز سے اپنے چھوٹو کی زندگی کی التجا کی ہے، تم نے اس کو پکڑنے کی ترکیب جو لڑائی تھی، اسی لیے وہ خوف زدہ میرے پاس آ گئیں اور تمہاری شکایت لگائی ہے۔" وہ گرجتے ہوئے اس کی طرف مڑے۔

"صرف ترکیب ہی سوچی تھی، ابھی کچھ کہا تو نہیں ہے نا!" ٹیگو میاں ڈھٹائی سے بولے۔

"اگر تم نے اب ایسی حرکت کی تو پھر تمہارا حال بہت برا ہو گا" انھوں نے اس کو دھمکاتے ہوئے کہا جسے اس نے ہمیشہ کی طرح ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دیا۔

"شیرو! کدھر ہو یار؟ کیا تم ابھی تک مجھ سے ناراض ہو؟" ٹیگو نے درخت کے نیچے خاموش بیٹھے شیرو کو پکارتے ہوئے کہا۔

"تمہیں اس بات سے کیا فرق پڑتا ہے؟ تمہیں صرف دوسروں کو تنگ کرنے اور دکھ پہنچانے میں ہی مزہ آتا ہے۔" شیرو نے منہ دوسری طرف کرتے ہوئے کہا۔

"تم میرے کیسے دوست ہو جو میری کسی بھی طرح کی مدد کرنے کی بجائے نصیحتوں کا پلندہ سامنے رکھ دیتے ہو" ٹیگو نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں ہر اس کام سے منع کرتا ہوں جس سے کسی کو نقصان پہنچے اور بغیر کسی وجہ کے تم دوسروں کو تکلیف دیتے ہو" شیرو نے خفگی سے کہا۔

"اچھا چھوڑو، ابھی تو ہم ندی پر جا رہے ہیں، اسی لیے مجھے مزید کچھ نہیں سننا۔" ٹیگو نے ضدی لہجے میں کہتے ہوئے اس کو اٹھایا۔

"اب وہاں جا کر کیا کارنامہ کرنا ہے، یہ بھی بتا دو۔" شیرو نے غصے سے کہا تو اس کی بات سن کر ٹیگو نے زوردار قہقہہ لگایا اور پھر وہ دونوں وہاں سے ندی کی طرف چل دیے۔

ندی پر بہت سے جانور سیر کے لیے آئے ہوئے تھے سب خوشی خوشی اچھل کود کر رہے تھے۔ ننھا ہرن تو ٹیگو کی خون خوار آنکھوں سے ڈرتے ہوئے اپنی ماں کے پیچھے ہی چھپ گیا۔ شیرو نے آنکھوں کے اشارے سے اس کو سمجھانا چاہا کہ سب ہی کچھ وقت پر سکون ماحول میں گزارنے آئے ہیں، اس لیے کچھ مت کرنا، مگر وہ ٹیگو ہی کیا جس کی سمجھ میں کوئی بات آئی ہو۔

زیبرے اور ہرن کے بچے آپس میں کھیل کود رہے تھے اور ٹھنڈے پانی کے مزے لے رہے تھے۔ ٹیگو سے ان کی خوشی برداشت نہ ہوئی اور جلدی سے ان کے قریب چلا آیا اور ننھے ہرن کو ایک جست میں دبوچ کر ندی سے باہر پٹخ دیا۔ شیرو نے آگے بڑھنا چاہا مگر ٹیگو نے اس کو پیچھے کرتے ہوئے زیبرو کو کھینچ لیا اور دہاڑتے ہوئے بولا: "اس ندی پر صرف ہمارا حق ہے تم سب کس لیے یہاں آئے ہو؟"

"ہمیں معاف کر دیں، ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں۔" ننھے ہرن نے روتے ہوئے کہا تب تک اس کی اماں بھی دوڑتی ہوئی وہاں چلی آئی اور اپنے بچے کو لپٹاتے ہوئے وہاں سے دور لے گئی۔ شیرو نے اس کا ہاتھ روک لیا تھا ورنہ وہ ان سب کا حشر ہی کر ڈالتا۔ اس کی شدت پسند طبیعت نے شیرو کو بھی خوف زدہ کر ڈالا تھا۔ سب کے جانے کے بعد وہ دونوں ندی میں نہانے لگے۔ شیرو کے بہت روکنے پر بھی ٹیگو ندی میں بہت آگے تک چلا گیا۔ اس کو گہرے پانی میں بہت مزہ آ رہا تھا کہ اچانک اس کو اپنا پاؤں کسی نوکیلی چیز میں پھنستا محسوس ہوا۔ اس نے جلدی سے نیچے دیکھا تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے کیونکہ ایک بہت بڑا مگرمچھ اس کا

سب گھر والے دیکھ رہے تھے، سدا کے شرمیلے اور کم گو اسد منہاس کی گفتگو شروع ہو جاتی تو ختم ہونے کا نام نہیں لیتی تھی۔ عمر صرف سات سال، لیکن بھاری بھرکم دلیلوں سے بڑے بڑوں کے کان کترنے لگ گیا تھا۔

پڑھائی میں دل چسپی بھی پہلے سے کچھ زیادہ ہو چکی تھی، لیکن ہر وقت کھانے پینے کا شوق اچانک ہی کم ہو گیا، کہاں تو یہ حال کہ ٹافیاں بسکٹ، کینڈیز چاکلیٹ، سینڈوچ اور الم غلم کا نام لینے پر منہ سے رال ٹپکنے لگتی اور اب سامنے من پسند چیزیں موجود ہوں تو بھی دونوں ہاتھ بغل میں دبا کر بیٹھے رہیں گے اور تو اور ماموں اعجاز کے بیٹے کی شادی پر گئے، امی نے اپنی ساتھ والی کرسی پر بٹھایا اور پلیٹ میں سلاد، چاول، آلو بخارے کی چٹنی، مرغ روسٹ کا چھوٹا سا ٹکڑا ڈال کر دیا۔۔۔

اسد نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھانا شروع کیا، سامنے ہی میز پر ان کی پسندیدہ پیپسی کی بوتل نظر آئی، اسد نے ایک مرتبہ دیکھا اور خاموشی سے کھانے میں مصروف رہے۔

امی نے پیپسی اس کی طرف بڑھائی، اس نے تیزی سے سر انکار میں ہلایا اور منہ پر ہاتھ رکھ کر منہ پر جیسے ٹیپ لگائی لی ہو۔

”کیا ہوا اسد؟ ایسے کیوں کر رہے ہو؟“ وہ حیرانی سے بولیں۔

”امی اسے ہاتھ مت لگائیں، اسد گھبراتے ہوئے بلند آواز سے بولا، یہ مت پییں! امی یہ خون ہے۔“ اور یہ کہتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

حالاتِ حاضرہ سے بے خبر امی نے پریشانی سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا: ”کیوں؟“

”امی جان یہ پیپسی نہیں ہے، اس میں خون بھرا ہوا ہے فلسلطینی بچوں کا۔“ وہ باوجود کوشش کے فلسطین لفظ کی ڈھنگ سے ادائیگی نہ کر سکا۔

”پاگل ہو، یہ پیپسی کولا بلکہ سارے کولڈ ڈرنک پاکستان میں ہی بنتے ہیں۔“ امی نے بیٹے کی معلومات کو غلط قرار دیتے ہوئے کہا۔

”نہیں امی جان! کل ہمارے اسکول میں غزہ سے متعلق پروگرام تھا۔ صبح اسمبلی میں ہماری پرنسپل نے ہمیں بتایا تھا کہ فلسطین میں ہمارے سارے پیارے نبی رہتے تھے۔ اللہ جی نے اسے برکتوں والی جگہ کہا ہے اور ہمارے نبی محمد ﷺ وہاں سے ہی آسمانوں پر گئے تھے اور۔۔۔ اور۔۔۔ وہ جوش سے بتانے لگا، وہاں پر رہنے والے لوگوں کو یہودیوں نے قید کر لیا ہے، ان پر بم پھینکتے ہیں، انھیں گولیوں سے زخمی کرتے ہیں، لیکن امی جان آپ کو ایک بات بتاؤں! وہ لوگ ان کے بچوں کو بھی زخمی کرتے ہیں، ان سے خون نکلتا ہے، ان کی ٹانگیں کٹ جاتی ہیں، پر وہ روتے تو نہیں۔۔۔ آپ کو بتاؤں، کیوں؟؟ وہ ماں کے قریب ہوا۔

”وہ نبیوں کی اولاد ہیں۔“ ہماری ٹیچر ہمیں بتاتی رہی تھیں، جب ان پر بم پھینکے جاتے ہیں اور وہ بہت زیادہ زخمی ہو جاتے ہیں تو اللہ جی ان کو جنت دکھاتے ہیں، اس لیے وہ روتے نہیں مسکراتے ہیں۔ ان کو سارے شہید ہونے والے جنت میں نظر آتے ہیں۔ امی جان! ہماری دوسری ٹیچر نے بھی ہمیں یہ سب کچھ بتایا اور ہم سب سے وعدہ لیا تھا کہ ہم ان گندے یہودیوں کی بنی ہوئی چاکلیٹ نہیں کھائیں گے، ان کی کولڈ ڈرنک نہیں پئیں گے، ہر نماز کے بعد ان کے لیے دعا کریں گے، ہم موبائل فون پر گیم نہیں کھیلیں گے، ٹی وی پر کارٹون بھی نہیں دیکھیں گے، بس ہم قاری صاحب سے قرآن مجید پڑھیں گے، جھوٹ نہیں بولیں گے، ترانے سن سکتے ہیں۔۔۔ امی جان! آپ کو پتا ہے ترانے کسے کہتے ہیں؟“

سات سالہ بچہ ماں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا اور امی کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے، جو کام انھیں بچوں سے کہہ کر کروانا چاہیے تھا، وہ کام سات سال کا بیٹا ان سے کروا رہا تھا۔ انھوں نے میز پر رکھی کولڈ ڈرنک کی بوتل ایک طرف کی اور آیندہ حالاتِ حاضرہ سے باخبر رہنے اور بچوں سے مل بیٹھ کر باتیں کرنے کا ارادہ بنالیا۔

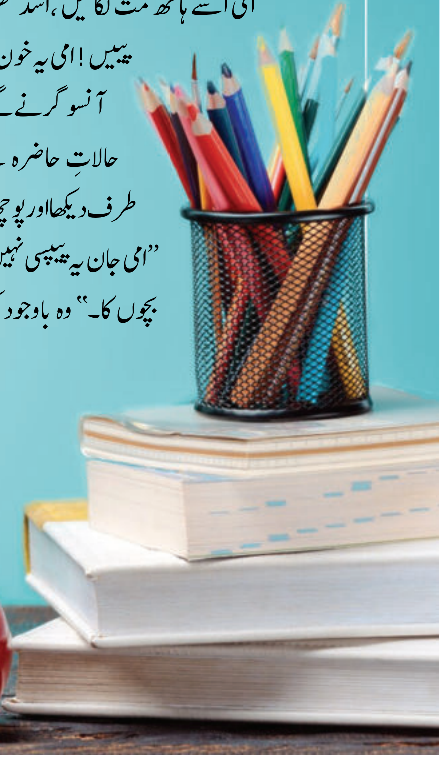

بچے کا سبق

قانتہ رابعہ

پاؤں دبوچے اس کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ ٹیگو نے بہت زور آزمائی کی مگر وہ اپنا پاؤں اس کی گرفت سے نہیں نکال پا رہا تھا۔ ٹیگو چیخنے لگا کیوں کہ اب وہ کچھ بھی نہیں کر پا رہا تھا۔ شیرو بھی ندی کی دوسری طرف جا کر آرام کرنے لگا کہ جب ٹیگو اپنا شوق پورا کر لے گا تب خود ہی واپس آجائے گا۔ ٹیگو نے خود کو بے بس پایا کیونکہ موت اس کو اپنے سامنے دکھائی دے رہی تھی۔ اس کو بے ساختہ ہی اپنی غلطیاں اور زیادتیاں یاد آئیں جو وہ دوسروں کے ساتھ بہت بے دردی سے کرتا تھا۔ اس نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ اس کا بھی دوسروں کی طرح یہ حال ہو سکتا ہے۔ اس نے اپنی آنکھیں خوف کے مارے بند کر لیں۔

”آہ!“ ایک چیخ نکلی اور وہ ایک جھٹکے سے دور جا گرا۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو مگرمچھ تیزی سے دوسری طرف بھاگ رہا تھا۔ اس کے منہ میں ایک مچھلی تھی۔ ”اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے بچا لیا اور مگرمچھ کو دوسرا شکار دے دیا جس نے میری جان چھوڑ دی۔“ یہ کہتے ہوئے وہ تیزی سے کنارے پر پہنچ گیا۔ اتنی دیر میں شیرو بھی آن پہنچا۔ وہ دونوں واپس جنگل آگئے لیکن ٹیگو کے دل کی حالت بدل چکی تھی۔ وہ اب کسی سے نہیں لڑتا اور نہ ہی کسی کو بلاوجہ تنگ کرتا ہے۔ شیرو اور چیتے انکل نے بارہا اس تبدیلی کی وجہ پوچھی مگر وہ ہنس کر ٹال دیتا لیکن وہ اس کی ذہنیت بدل جانے پر بہت خوش تھے اور اب ان کی زندگی پرسکون گزر رہی تھی۔

پرواز

عرفان حیدر

شہر بھر میں گرم ہواؤں کا راج تھا۔ سورج اپنی آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا اور زمین والوں پر گرمی کے بم برسا رہا تھا۔ اس وقت تقریباً دوپہر کے دو بج رہے تھے۔ بلال کے والد اسحاق صاحب اسے اسکول سے واپس گھر لے کر جا رہے تھے۔ وہ گاڑی کو درمیانی رفتار میں چلا رہے تھے کہ اچانک ایک کیل گاڑی کے پچھلے ٹائر میں چبھی اور ٹائر پنکچر ہو گیا۔ اسحاق صاحب گاڑی سے اترے اور اس ٹائر کے قریب جا کر بولے: "اوہو!" یہ کہہ کر وہ واپس گاڑی میں بیٹھے اور اسے چلانے لگے۔ "بابا! کیا ہوا؟" بلال نے اپنے بابا سے دھیمے لہجے میں پوچھا۔ "بیٹا، پچھلا ٹائر پنکچر ہو گیا ہے، اگلے چوک پر ہی ایک پنکچر والی دکان ہے، وہاں سے ٹھیک کروا لیتے ہیں۔" اسحاق صاحب نے بلال کو جواب دیا۔ دو منٹ بعد وہ ایک پنکچر والی دکان کے سامنے موجود تھے۔ وہاں دکان میں ایک آدمی اور ایک دس سالہ بچہ موجود تھے۔ دونوں کے لباس پھٹے ہوئے تھے اور دونوں پسینے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اسحاق صاحب کچھ دیر ساکن ہو کر انھیں دیکھتے رہے اور پھر گاڑی سے نکل کر دکان میں داخل ہوئے۔ دکان میں حد سے زیادہ ہی گرمی تھی۔ سلام دینے کے بعد وہ آدمی گاڑی کے اس ٹائر کی طرف بڑھا اور اسے ٹھیک کرنے لگا۔ ادھر اسحاق صاحب اس دس سالہ بچے سے گفتگو کرنے میں مصروف ہو گئے۔ "بیٹا! آپ کا نام کیا ہے؟" اسحاق صاحب بچے سے مخاطب ہوئے۔ "میرا نام سہیل ہے۔" بچے نے احترام سے سوال کا جواب دیا۔ "آپ اسکول میں کیوں نہیں پڑھتے؟" اسحاق صاحب نے سہیل سے پوچھا۔ "انکل! میرے بابا پہلے ایک کاروباری کمپنی میں ملازم تھے، جہاں وہ پچھلے پندرہ سالوں سے کام کر رہے تھے۔ تقریباً سال پہلے وہ کاروباری کمپنی ختم ہو گئی اور میرے والد بے روزگار ہو گئے، جس کی وجہ سے مجھے اسکول چھوڑنا پڑا، پھر میرے والد نے یہ دکان کھولی تو بمشکل گھر کے اخراجات پورے ہو رہے تھے، اسی لیے اب میں اسکول جانے کے بجائے اپنے والد کے ساتھ ادھر دکان پر ہی ہوتا ہوں۔" یہ سنتے ہی اسحاق صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور وہ اس بچے کو غور سے دیکھنے لگے۔

"صاحب! گاڑی ٹھیک ہو گئی ہے۔" پیچھے سے سہیل کے والد آ کر بولے۔ "بھائی مہربانی فرما کر آپ میرے ساتھ میرے گھر چلیے۔" اسحاق صاحب نے تھوڑا اثرار کیا تو انھوں نے رضامندی ظاہر کر دی۔ اس کے بعد وہ سب گاڑی میں بیٹھے اور اسحاق صاحب کے گھر کی طرف گامزن ہوئے۔

اسحاق صاحب کا شمار شہر کے کامیاب کاروباری حضرات میں ہوتا تھا۔ وہ ایک کامیاب انسان ہونے کے ساتھ ساتھ رحم دل اور سخی بھی تھے۔ وہ بیک وقت کئی فلاحی کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ ان کی اپنی ایک کاروباری کمپنی بھی تھی۔ اسحاق صاحب کا صرف ایک بیٹا تھا جو ابھی صرف دس سال کا تھا۔

اسحاق صاحب اور وہ آدمی جس کی پنکچر والی دکان تھی، وہ اسحاق صاحب کے ڈرائنگ میں موجود تھے۔ دوپہر کا وقت تھا، اسی لیے پہلے سب نے مل کر کھانا کھایا۔ "یہ پیسہ رکھ لیجیے۔" اسحاق صاحب نے اس آدمی جس کا نام احمد تھا، کی طرف ایک لاکھ روپے بڑھائے۔ "صاحب! میں جانتا ہوں کہ آپ ایک سخی انسان ہیں، مگر میں کسی کا احسان نہیں لینا چاہتا۔" احمد صاحب نے پیسے رکھنے سے انکار کر دیا۔ "ارے! آپ کو کس نے کہا کہ میں آپ پر احسان کر رہا ہوں، میری ایک کاروباری کمپنی ہے، جس میں، میں آپ کو نوکری دے رہا ہوں اور یہ پیسے آپ کی ایڈوانس تنخواہ ہے۔ برائے مہربانی انھیں رکھ لیجیے۔" اسحاق صاحب نے احمد صاحب سے کہا تو ان کا چہرہ کھل اٹھا، انھوں نے وہ پیسے رکھ لیے۔ ان کی خوشی ان کے چہرے سے واضح ہو رہی تھی۔ "اب آپ اپنے بیٹے کا اسکول میں داخلہ کروائیں۔" اسحاق صاحب نے کہا۔ "جی جناب، ضرور! میں کل ہی اس کا داخلہ کروا دوں گا۔" احمد صاحب نے کہا۔ "میں آپ کے اس احسان کا بدلہ ساری زندگی نہیں چکا پاؤں گا۔" احمد صاحب نے کہا۔ اس کے بعد اسحاق صاحب اور احمد صاحب کے درمیان کافی دیر تک کاروباری سلسلے میں گفتگو چلتی رہی اور پھر احمد صاحب اور سہیل چلے گئے۔

اسحاق صاحب کو ایک بات بہت پریشان کر رہی تھی، وہ یہ سوچتے تھے کہ ہمارے ملک میں نہ جانے کتنے بچے غربت کی وجہ سے تعلیم سے محروم رہتے ہیں۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ وہ ایک ایسا ادارہ قائم کریں، جس میں غریب اور مستحق بچوں کو مفت میں تعلیم دی جائے۔ اسحاق صاحب نے اس بارے میں بہت سوچا اور پھر ذاتی طور پر اس پر کام شروع کر دیا۔

ایک رات اسحاق صاحب بلال کے کمرے میں گئے۔ بلال اپنے کمرے میں سونے کی تیاری کر رہا تھا۔ اسحاق صاحب کمرے میں داخل ہوئے تو بلال نے فوراً انھیں سلام کیا، انھوں نے فوراً سلام کا جواب دیا اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ انھوں نے بلال کو اپنے پاس بلایا تو وہ بھی ان کے پاس کرسی پر بیٹھ گیا۔ "بیٹا! احمد صاحب اور سہیل والا واقعہ تو تمھیں یاد ہو گا؟" اسحاق صاحب اپنے بیٹے سے مخاطب ہوئے۔ "جی بابا! مجھے یاد ہے۔" بلال نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر جواب دیا۔ "بیٹا! جب سے یہ واقعہ پیش آیا ہے، میں بہت بے چین رہنے لگا ہوں۔ پتا نہیں احمد جیسے کتنے بچے ہمارے ملک میں تعلیم سے محروم ہیں۔ بالآخر اب میں نے یہ سوچا ہے، کیوں نہ ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے، جس میں غریب اور مستحق بچوں کو مفت

میں تعلیم سے آراستہ کیا جائے۔ میں نے ذاتی طور پر تو اس پر کام شروع کر دیا ہے، مگر اس کام کے لیے لمبا وقت درکار ہے۔" اسحاق صاحب نے پُرسکون ہو کر ساری بات بلال کو بتائی۔

"ماشاء اللہ بابا! آپ کی یہ بات سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ آپ دوسروں کی بھلائی کے لیے اتنا اچھا سوچتے ہیں۔" بلال نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ "بیٹا! اگر ہم نہیں سوچیں گے تو اور کون سوچے گا، یہ بچے ہمارے پاکستان کا سرمایہ ہیں، مستقبل میں یہی بچے اپنے ملک کا نام روشن کریں گے۔" اسحاق صاحب نے بلال کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد وہ بلال کے کمرے سے چلے گئے۔ ان کے اس ارادے کے بارے میں سوائے بلال کے اور کسی کو علم نہ تھا۔

◆◆◆

آج اسحاق صاحب دفتر سے جلدی واپس آ گئے تھے۔ "میں ایک انٹرنیشنل میٹنگ کے لیے آج رات دوبئی جا رہا ہوں، دو دن بعد واپس آنا ہے۔ اسی کی تیاری کے لیے آج دفتر سے جلدی آیا ہوں۔" اسحاق صاحب نے اپنی بیگم اور بلال سے کہا۔ اس کے بعد ان تینوں نے مل کر کھانا کھایا اور پھر اسحاق صاحب پیکنگ کرنے لگ گئے۔

"فلائٹ کا ٹائم ہونے والا ہے، مجھے اب جانا چاہیے۔" یہ کہنے کے بعد وہ اپنی بیگم اور بلال سے ملے اور انھیں الوداع کہہ کر رخصت ہو گئے۔

اسحاق صاحب کو گئے دو دن بیت چکے تھے۔ بلال اور اس کی امی لان میں بیٹھ کر ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ رات کی خبریں دیکھنے کے لیے جب انھوں نے نیوز چینل آن کیا تو ان کے پیروں تلے زمین نکل گئی، کیوں کہ خبر چل رہی تھی کہ دبئی سے پاکستان آنے والا جہاز انجن کی خرابی کی وجہ سے کریش ہو گیا ہے اور تمام مسافر ہلاک ہو گئے ہیں۔ کچھ ہی دیر میں ایئرپورٹ انتظامیہ کی طرف سے کال بھی آ گئی، جس نے اس خبر کی تصدیق کر دی کہ اسحاق صاحب اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ اس خبر نے بلال اور اس کی والدہ سمیرا صاحبہ کو گہرا صدمہ پہنچایا۔ اسحاق صاحب کے اچانک انتقال نے ان دونوں کو اندر سے توڑ کر رکھ دیا تھا۔

والد کے اچانک انتقال نے بلال کو اندر سے ہلا کر رکھ دیا۔ وہ اپنی زندگی سے مایوس رہنے لگ گیا تھا۔ سارا سارا دن اپنے والد کی تصویر کو دیکھتے ہوئے اشک بہاتا رہتا۔ اس کی امی اور قریبی رشتے داروں نے اس کو کئی بار سمجھانے کی کوشش کی، مگر وہ بہت جذباتی لڑکا تھا۔ ایک دن جب بلال اپنے کمرے کی کھڑکی کے ساتھ بیٹھ کر نم آنکھوں سے اپنے بابا کی تصویر دیکھ رہا تھا تو اچانک اس کی نظر کھڑکی کی دوسری طرف پڑی۔ اس نے دیکھا کہ سہیل اپنے والد کے ساتھ اسکول جا رہا تھا۔ کچھ دیر وہ حیرانی سے ان پر نظر جمائے بیٹھا رہا، مگر پھر وہ جھٹ سے اٹھا اور اپنے آنسو صاف کر کے پُرعزم لہجے میں بولا: "بابا! آپ تو چلے گئے، مگر آپ کا یہ بیٹا آپ کے اُس نیک خواب کو ضرور پورا کرے گا۔" سہیل کو اسکول جاتا دیکھتے ہی اس کے ذہن میں اپنے بابا کی بات آ گئی کہ جب انھوں نے بلال کو بتایا تھا کہ وہ ایک ایسا ادارہ بنانا چاہتے ہیں، جہاں غریب بچوں کو مفت میں تعلیم دی جائے۔

◆◆◆

سمیرا صاحبہ اپنے مرحوم خاوند کی کمپنی کو مکمل طور پر سنبھال چکی تھیں۔ بلال نے بھی اپنے آپ کو مضبوط کیا اور اپنا مکمل دھیان پڑھائی کی طرف رکھا۔ وہ اپنے والد کے خواب کو پورا کرنا چاہتا تھا، اسی لیے وہ پوری محنت اور لگن سے پڑھتا تھا۔ بلال اپنے فراغت کے اوقات اچھی اچھی کتابوں کے مطالعے میں صرف کرتا تھا۔ اس کی امی اس کے یوں اچانک اتنے بدل جانے پر حیران بھی تھیں اور خوش بھی۔ انھوں نے بلال کو علامہ اقبال کا کلام پڑھنے کی نصیحت کی۔ بلال کلامِ اقبال سے بہت متاثر ہوا اور اس کلام نے اس کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا۔ وہ اب اونچے اونچے خواب دیکھنے لگ گیا اور اپنے آپ کو مضبوط بنانے لگ گیا۔ بلال آہستہ آہستہ بڑا ہوتا جا رہا تھا۔ وہ بھی اپنے والد کی طرح فلاحی کاموں میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیتا تھا۔ بلال اپنی جیب خرچ سے بھی دوسروں کی مدد کرتا رہتا تھا۔ اس نے اپنے والد کی جدائی کو اپنی کمزوری کے بجائے طاقت بنا لیا تھا۔ اس کے ارادے پُرعزم تھے اور اس نے اپنے والد کے خواب کو اپنا مقصدِ حیات بنا لیا تھا۔

ایک دن بلال اپنی والدہ سمیرا صاحبہ کے ساتھ بیٹھ کر کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ "امی جان! میں آپ کو ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔" بلال نے مؤدّبانہ لہجے میں کہا تو امی نے اثبات میں سر ہلایا۔ "امی جان! بابا ایک ایسا ادارہ قائم کرنا چاہتے تھے، جس میں غریب اور مستحق بچوں کو مفت میں تعلیم دی جائے، کیوں کہ ہمارے ملک میں لاکھوں بچے غربت کی وجہ سے تعلیم سے محروم رہتے ہیں۔ اب بابا تو اس دنیا سے چلے گئے ہیں، مگر میں ایک دن ان کا یہ خواب ضرور پورا کروں گا۔" بلال نے امی جان کو بتایا۔ یہ سننے کے بعد سمیرا صاحبہ کچھ دیر خاموش رہیں اور پھر ایک نفیس مسکراہٹ کے ساتھ بولیں: "ماشاء اللہ! آپ کے بابا کی سوچ بھی بہت اچھی تھی اور اب میری جان بلال ہو بہو اپنے والد جیسا ہی سوچتا ہے۔ انشاء اللہ! آپ ایک دن اپنے بابا کے خواب کو ضرور پورا کرو گے۔" امی جان بلال کے گال پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔ بلال نے غور سے ان کی باتیں سنیں اور جواباً مسکرایا، اس کے بعد وہ دوبارہ کتاب پڑھنے لگ گئے۔

◆◆◆

بلال کی عمر اب چوبیس سال تھی۔ وہ ایم۔ بی۔ اے کر چکا تھا اور اب اپنے والد کی کمپنی کی سربراہی کر رہا تھا۔ کمپنی اس کی سربراہی میں دن دگنی چار چگنی ترقی کر رہی تھی اور کرتی بھی کیوں نہ کرتی، بلال نے محنت ہی اتنی کی تھی۔ اب وقت آ چکا تھا کہ وہ اپنے والد کے خواب کو پورا کرے، لہٰذا بلال نے اس پر کام شروع کر دیا۔ اس نے ایک ٹیم تیار کی جس کی سربراہی وہ خود کر رہا تھا۔ یہ ٹیم صرف اسی پروجیکٹ پر کام کر رہی تھی۔

◆◆◆

دو سال کی مسلسل محنت کے بعد بلال اور اس کی ٹیم نے "اسحاق فاؤنڈیشن" نامی ادارہ قائم کر لیا۔ پورے ملک میں اس ادارے کی اکیس شاخیں تھیں۔ آج اس ادارے کا افتتاح تھا اور بلال یہ کام کر کے بہت راحت محسوس کر رہا تھا۔ افتتاحی تقریب میں جب اس نے اساتذہ اور بچوں سے خطاب کیا تو اس نے سب بچوں کو خوب محنت کرنے کی تلقین کی۔ اس کی خوشی میں اور اضافہ ہو گیا، جب اس نے اپنی آنکھوں سے اس ادارے میں غریب اور مستحق بچوں کو تعلیم حاصل کرتے ہوئے دیکھا۔ اسحاق فاؤنڈیشن کے سارے اخراجات بلال خود اٹھا رہا تھا، اس ادارے کی جانب سے نہ صرف بچوں کو تعلیم سے آراستہ کیا جا رہا تھا، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ بچوں کی کئی بنیادی ضرورتوں کا بھی خیال رکھا جا رہا تھا۔

اب بلال اپنی زندگی سے خوش تھا، کیوں کہ وہ اپنے بابا کا خواب اور اپنا مقصدِ حیات پورا کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

بچوں کے فن پارے

عمیرہ فدا حسین، کلاس پنجم عمر 11 سال ٹنڈو جان محمد

حسن بلال کلاس 3 عثمان پبلک سکول کراچی

لبیب حماد جماعت سوئم آرمی پبلک سکول خضدار

افنان اسلم، 13سال، لاہور

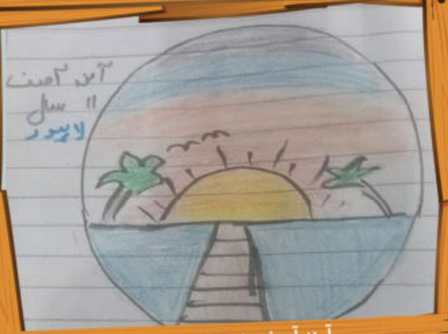

آمنہ آصف، 11سال، لاہور

ہادیہ علیم، 10سال، لاہور

لائبہ 13 سال لاہور

ایمان فاطمہ 13 سال لاہور

ہر ماہ ایک فن پارے پر300 روپے انعام دیا جاتا ہے گزشتہ ماہ گجرات سے احتشام کا فن پارہ انعامی قرار پایا ہے، انہیں 300 روپے مبارک ہوں (ادارہ)

پیارے بچو!!!

سال 2023ء رخصت ہوا اور 2024ء نے اس کی جگہ لے لی۔ اب آپ پہلے سے کچھ بڑے ہو گئے ہیں۔ پہلے سے زیادہ لمبے، پہلے سے زیادہ عقل مند اور پہلے سے زیادہ سمجھ دار۔ ماشاء اللہ تبارک اللہ چلیں اس خوشی میں ذرا غور کریں کہ وقت کیا ہے؟ کیسے گزر رہا ہے اور اس وقت کا ہمیں کرنا کیا ہے؟

تو سنیے!!! وقت ایک نعمت ہے،، ایک ایسی نعمت جس سے فائدہ اٹھا کر ہم دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں اور جسے ضائع کر کے ہم دنیا و آخرت میں ناکام ہو سکتے ہیں۔ وقت بہت تیزی سے گزر رہا ہے۔ آپ نے کبھی برف کا ٹکڑا دھوپ میں پگھلتے دیکھا ہے، بس اسی برف کے ٹکڑے کی طرح ہمیں ملی ہوئی وقت کی نعمت ختم ہو رہی ہے۔ اس وقت سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ: ہم ہر وقت اپنے ایمان و یقین کی دولت کو تازہ رکھیں، یعنی اللہ ایک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری رسول اور اس کے بندے ہیں۔ یہ یقین رکھیں کہ ایک دن ہماری ہر ہر کہی ہوئی بات اور کیا ہوا عمل اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو گا اور اچھے عمل پر انعام اور برے پر سزا ملے گی۔

تو پیارے بچو!! ہمیں تو اللہ تعالیٰ سے انعامات لینے ہیں سزا نہیں۔ ہے نا! تو بس کچھ بھی ہو جائے، ہمیں صرف اچھی بات اور اچھے کام کرنے ہیں۔ اور ہاں صرف خود ہی نہیں بلکہ اپنے بھائی بہنوں، عزیزوں اور دوستوں کو بھی غلط کاموں سے روکنا ہے اور اچھے کام کرنے کی ترغیب دینی ہے، کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ ہم سب کو انعامات دیں گے تو زیادہ اچھا لگے گا اور جب ہم سب مل کر جنت میں داخل ہوں گے تو اس خوشی کی تو کیا ہی بات ہو گی۔ تو اب آپ تیار ہیں نا اس وقت میں ہر غلط کام سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کے لیے، بہت سے اچھے کام کرنے اور دوسروں سے کروانے کے لیے۔

ماہنامہ فہمِ دین جنوری 2024ء کے سوالات

سوال 1: ”ہمیں ہر حال میں خیر و بابا کو سبق سکھانا ہے“ یہ بات کس نے کس سے کہی؟

سوال 2: عمر اسکول اسمبلی میں اپنے ساتھ کیا لے کر آیا تھا؟

سوال 3: ٹیپو کو جیب خرچ کیوں نہیں مل رہا تھا؟

سوال 4: مسٹر ٹام نے ہیلا اور ہینری کو کیا بُری خبر سنائی تھی؟

سوال 5: حضرت مثنیٰ بن حارثہ کس سن میں شہید ہوئے؟

دسمبر 2023ء کے سوالات کا درست جواب دینے پر گوجرہ سے محمد داؤد کو شاباش انہیں 300 روپے مبارک ہوں

دسمبر 2023ء کے سوالات کے جوابات

جواب 1: جو کچھ قرآن میں ہے وہ آپ کے اخلاق ہیں۔

جواب 2: ریگستانی گاؤں میں

جواب 3: آٹھ یا پندرہ سال

جواب 4: ہر وہ چیز جس کا جسم گولائی میں ہو دائرہ نما کہلاتی ہے۔

جواب 5: مسجد الحرام اور مسجد اقصیٰ

سنیے!!!!

یہ سوالات دسمبر کے شمارے سے لیے گئے۔ جوابات کی آخری تاریخ 15 جنوری ہے

جوابات کے لیے وٹس ایپ نمبر نوٹ کر لیں

03351135011

پیارے مدینے یہ تو بتا!!

ساجدہ بتول

پیارے مدینے یہ تو بتا کچھ سماں وہ کیسا پیارا ہو گا
تجھ میں آقا رہتے ہوں گے اور تو شوق سے دیکھتا ہو گا

میرے نبی کے گلشن کی کیا بات سہانی ہوتی ہو گی
خار بھی گل بن جاتے ہوں گے قرب جو آپ کا ملتا ہو گا

حجرے میں جب رات کو پیارے آقا داخل ہوتے ہوں گے
اندھیرا چھٹ جاتا ہو گا حجرہ چمک ہی اٹھتا ہو گا

جب بھی جہاد کو آپ کے ساتھ صحابہ سفر میں چلتے ہوں گے
آپ کے گرد صحابہ کا مضبوط حصار اک ہوتا ہو گا

جب بھی نماز کو میرے آقا مسجد آیا کرتے ہوں گے
صف کو باندھے ادب سے ہر اک سر کو جھکائے رکھتا ہو گا

جب جب آقا مسجد نبوی میں جلوہ فرماتے ہوں گے
مسجد نبوی' آپ' صحابہ کیا ہی حسین نظارہ ہو گا

جبریل آپ کی خدمت میں جب تحفہ وحی کا لاتے ہوں گے
نین چمک ہی اٹھتے ہوں گے چہرہ کھل ہی جاتا ہو گا

جس چپے پہ قدم مبارک اکثر لگتے رہتے ہوں گے
آج تلک وہ چپہ ہجر میں اکثر روتا رہتا ہو گا

آج تلک ہر زائر کو تو باہوں میں بھر لیتا ہو گا
حسرت ہے یہ بتول کی ہر دم، کب میرا بھی جانا ہو گا

ہجر کی شامِ غم ہے لمبی زیست ہے تھوڑی سی اب باقی
درد کے اس قصے کا کب تک قرب میں آہ بدلنا ہو گا

حسرت ساری عمر کی ہے یہ رونا دیر سے آنے کا ہے
جس پہ فدا رحمان ہے خود ہی حسن بھلا وہ کیسا ہو گا

وہ مائیں کہاں ہیں؟

بنت مسعود

مثالی جو کردار افکار رکھتیں
جو دنیا سے دل کو تھیں بے زار رکھتیں
سکھاتی تھی اولاد کو جو شجاعت
جگر کو تھیں اپنے وہ جی دار رکھتیں
وہ امت کی دل سوز آہیں کہاں ہیں؟
مجاہد بناتیں وہ مائیں کہاں ہیں؟

کیا چار بیٹوں کو تیار جس نے
بنایا تھا رب کا ہی سالار جس نے
یہ دنیا ہے فانی ہاں ڈٹ کر لڑو تم
سکھایا تھا بیٹوں کو ایثار جس نے
وہ خنساء کے جیسی ادائیں کہاں ہیں؟
مجاہد بناتی وہ مائیں کہاں ہیں؟

وہ جذبہ جو دل میں بسایا تھا ماں نے
شہادت کا رستہ دکھایا تھا ماں نے
اگر رب کی خاطر لڑو گے مرو گے
ہاں تم جی اٹھو گے بتایا تھا ماں نے
وہ جذبوں سے پُر اب صدائیں کہاں ہیں؟
مجاہد بناتیں وہ مائیں کہاں ہیں؟

بڑا ہے شہادت کا رتبہ یہ سمجھو
بھڑو کافروں سے نہ پیچھے کو پلٹو
وہ قاسم کا بیٹا جو فاتح بنا تھا
ہاں سترہ برس کا ہی لڑکا تھا سوچو
شہادت کی شوقیں نگاہیں کہاں ہیں؟
مجاہد بناتیں وہ مائیں کہاں ہیں

رحم کُن بر اہلِ اقصٰی یا خُدا

ارسلان اللہ خان

غلبہِ طاغوت ہے ہر اک جگہ
ہر طرف ہے حشر کا منظر بپا
رحم کُن بر اہلِ اقصٰی یا خُدا
رحم کُن بر اہلِ اقصٰی یا خُدا

ظُلم ہے بربریّت ہے، قہر ہے
یا خُدا! تو ظالموں کو کر فنا
رحم کُن بر اہلِ اقصٰی یا خُدا
رحم کُن بر اہلِ اقصٰی یا خُدا

اسپتالوں میں بھی بمباری ہوئی
ظُلم کا ہے بول بالا ہر جگہ
رحم کُن بر اہلِ اقصٰی یا خُدا
رحم کُن بر اہلِ اقصٰی یا خُدا

کر رہا ہے ظُلم اسرائیل اور
مسجدِ اقصٰی سے آتی ہے صدا
رحم کُن بر اہلِ اقصٰی یا خُدا
رحم کُن بر اہلِ اقصٰی یا خُدا

گلدستہ

ترتیب و پیشکش: شیخ ابو بکر، عبدالرحمن چترالی

حمدِ باری تعالیٰ

خداوندا تو اپنے ذکر کو وردِ زباں کر دے
پھر اس کے بعد عشقِ مصطفیٰ کا ترجماں کر دے

ہمیں بھی اُن میں شامل کر جنہیں تُو نے نوازا ہے
ہمارے دل کو بھی بیگانۂ سود و زیاں کر دے

سکونِ قلب کی دولت سے مالا مال کر مجھ کو
مِری ہستی کو اپنی چاہتوں سے ضو فشاں کر دے

مجھے توفیق دے خیر العمل کی ہر نفس یارب!
مِرے اعمال نامے کی سیاہی رائیگاں کر دے

تو رب العالمیں ہے اور تیری قدرت میں سب کچھ ہے
مدینے کے کسی گوشے میں مجھ کو بے نشاں کر دے

اخترؔ لکھنوی

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

عشق میرا آزما کر تو دیکھو
مجھے تم مدینے بلا کر تو دیکھو

آہی جائے گا یثرب سے پیام
راہوں میں آنکھیں بچھا کر تو دیکھو

روح تک اُتر جائے گا سکوں
بے قراری اپنی بڑھا کر تو دیکھو

تقاضائے عشق کی خاطر تم ذرا
ذات کو اپنی مٹا کر تو دیکھو

حسیں روضے پر اُن کے گم ہو کر
ہر غم اپنا بھلا کر تو دیکھو

سمجھ جاؤ گے اہلِ دل کی بے قراری
اک بار مدینے جا کر تو دیکھو

ہر لمحہ عبادت بنا کر شاقیؔ
ہر دھڑکن اپنی صدا کر کے تو دیکھو

اچھے لوگوں سے تعلق

امیر لوگ اپنی دوستیاں بھی امیروں سے کرتے ہیں۔ انسان پر جتنا اثر دوسرے کی سوچ کا ہوتا ہے، اتنا کتاب کا بھی نہیں ہوتا۔ جب آدمی منفی سوچ رکھنے والوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے تو وہ اپنی صفات کھو بیٹھتا ہے۔ اس لیے ایسے لوگوں کے ساتھ اُٹھیں بیٹھیں جو آگے بڑھنے والے ہیں، جن کے واضح مقاصد ہیں، ان لوگوں سے آپ کو شعاعیں ملیں گی، جو آپ کے آگے بڑھنے میں معاون ہوں گی۔ بعض لوگوں سے ملیں تو پتا چلتا ہے کہ ان میں جوش بہت کم ہے، حضرت واصف علی واصفؒ فرماتے ہیں: ”نیک روحیں محفل میں لطافت پیدا کرتی ہیں، کثیف روحیں محفل میں کثافت پیدا کرتی ہیں۔“ بندہ نیک ہو تو دوسروں پر اچھا اثر پڑتا ہے، بندہ برا ہو تو دوسروں پر برا اثر پڑتا ہے۔ اچھے آدمی کی نشانی یہ ہے کہ اگر اس کے پاس کوئی مسئلہ لے کر جائیں تو وہ آپ کا مسئلہ حل نہیں کرے گا، لیکن آپ کو ہلکا پھلکا کر دے گا۔ آپ کو درست رہنمائی فراہم کرے گا، آپ کو مسئلہ حل کرنے کے لیے تیار کر دے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے جو شعاعیں اس سے ملتی ہیں، اس سے آپ مسئلے کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں، اس لیے دوستیاں ان لوگوں کے ساتھ کیجیے جو بہتر ہیں اور جن کے مقاصدِ زندگی بہت واضح ہیں۔

(سوچ کا ہمالیہ۔ قاسم علی شاہ، ص:135)

کب تک دل کی گھبراہٹ کے غلام رہو گے

یہ گُر کی بات یاد رکھنا کہ جو نظام الاوقات مقرر کیا ہے، اس پر زبردستی اپنے آپ سے عمل کرانا ہے، مثلاً ایک وقت آپ نے تلاوتِ قرآنِ کریم کے لیے مقرّر کر لیا تو جب وہ وقت آئے تو فوراً جلدی سے قرآن شریف لے کر بیٹھ جاؤ، اگر اس وقت نیند آ رہی ہو، سستی ہو رہی ہو تو اپنے آپ سے کہہ دو کہ چاہے نیند آئے، سستی ہو، میں تو اس وقت تلاوت کروں گا اور یہ وقت اس کام میں صرف کروں گا، جب چند روز اس طرح کرو گے تو طبیعت اس کی عادی ہو جائے گی۔ اس طرح نماز ہو، روزہ ہو، تلاوت ہو، ذکر ہو، تسبیح ہو، وظیفے ہوں یا دنیا بھر کے اور کام ہوں، وہ سب اس اصول کے تحت آتے ہیں، کہیں اس سے تخلف نظر آئے گا، لہٰذا اپنے دل کی گھبراہٹ کے غلام مت بنو۔ میرے پاس لوگوں کے خطوط آتے ہیں کہ فلاں عمل کرتے وقت گھبراہٹ ہوتی ہے۔ ارے بھائی! دل کے گھبرانے کے باوجود کر گزرو!!

(وقت ایک عظیم نعمت، مولانا روح اللہ، ص:128)

صحابہ رضی اللہ عنہم کے اخلاص کی برکت

حضرت عقبیٰ بن نافع افریقہ میں داخل ہوئے تیونس کے ساحل پر اور وہاں سے واپسی پر وہیں شہید ہوئے، وہیں قبر بنی۔ آج بھی الجزائر میں اس اللہ کے بندے کی قبر بتا رہی ہے کہ کہاں مکہ، کہاں مدینہ، کہاں حجاز، وہاں سے نکل کر اپنی قبر یہاں بنوائی اللہ کے بندوں کو دین میں داخل کرنے کے لیے اور تیونس میں انھوں نے چھاؤنی بنائی، جب یہ اللہ کے کام میں تھے تو اللہ ان کے ساتھ تھے، تیونس میں چھاؤنی بنائی۔ وہاں جنگل تھا، ایک کلومیٹر میں پھیلا ہوا تو وہاں چھاؤنی بنائی تو ان کے بارہ ہزار ساتھیوں میں ۱۹ اصحابہ بھی تھے، ان کو لیا اور ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر اعلان کیا: اے جنگل کے جانورو! ہم اللہ کے رسول ﷺ کے غلام ہیں، تین دن کی مہلت ہے، جنگل سے نکل جاؤ، اس کے بعد جو جانور ملے گا، ہم اس کو قتل کر دیں گے۔ تین دن میں سارے افریقہ نے دیکھا کہ پورا جنگل خالی ہوا۔ کئی ہزار لوگ اس منظر کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

(اخلاص، مجموعہ افادات، ص:190)

پان کی شان

ایک جنگل زاد خودرو بیل کے پتے کو اللہ تعالیٰ نے کیسی مقبولیت اور توقیر عطا کی ہے کہ جو رنگ روپ والے پھولوں اور خوش ذائقہ پھلوں تک کو حاصل نہیں۔ پان کے اس حقیر پتے کو یہ اعلیٰ مرتبہ کب سے حاصل ہے؟ اس کی کوئی مستند تاریخ ہے نہ کوئی ایسا قولِ راسخ۔۔۔ البتہ معتبر حوالوں سے اتنا ضرور جانتے ہیں کہ اس برگِ سبز وسادہ کو تحفۂ درویش کہا گیا ہے، غالباً اس کی سادگی اور ہریالی اس کی ہر دل عزیزی کا سبب بنی اور اس کو شاہی درباروں میں رسائی نصیب ہوئی، جہاں پہنچ کر اسے شہزادیوں کے لبِ لعلین بنانے کا موقع ہاتھ آیا۔ کہا جاتا ہے کہ پان کو اس مقامِ معلّیٰ پر پہنچانے میں ملکہ نور جہاں کے جدّتِ ذوق کو دخل ہے، جس نے مسالے میں چونا شامل کر کے پان کو واقعی گل رنگ بنا دیا، پھر کیا تھا پیّا شہنشاہوں اور مہاراجاؤں کے منہ کیا لگا کہ سارے جگ میں پان کھانے اور کھلانے کی روایت چل پڑی اور صرف درباریوں ہی پر اس کا احترام واجب نہیں ہوا، بلکہ ہر چھوٹے بڑے گھر میں تواضع کی سَند بن گیا۔ لہٰذا تقریبِ شادی منعقد ہوتی یا مجلسِ غم، بغیر پان کے ایسی تمام محفلیں سُونی رہتیں۔

(اخلاص، مجموعہ افادات، ص:190)

اشعار

قتلِ عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر ترے عہد سے آگے تو یہ دستور نہ تھا
(خواجہ میر دردؔ)

وائے غفلت کہ ایک ہی دم میں
میں کہیں اور کارواں کہیں
(خواجہ میر اثرؔ)

سیر ہے تجھ سے مری جان جدھر کو چلیے
تو ہی گر ساتھ نہ ہووے تو کدھر کو چلیے
(میر حسنؔ)

جو آج نظر آئے ہے افسانہ ہے یہ بھی
آبادی پہ مت بھولو کہ ویرانہ ہے یہ بھی
(غلام ہمدانی مصحفیؔ)

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا
(مرزا اسداللہ خان غالبؔ)

وصل کا دن اور اتنا مختصر
دن گنے جاتے تھے اس دن کے لیے
(امیر مینائی)

راہ دیکھیں گے نہ دنیا سے گزرنے والے
ہم تو جاتے ہیں ٹھہر جائیں ٹھہر جانے والے
(داغ دہلوی)

جسم کے اندر خودکار مشین لگی ہوئی ہے

وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے ہر انسان کے جسم میں خودکار مشین لگائی ہوئی ہے، وہ مشین تمہارے کھانے کے تمام اجزا کا تجزیہ کرتی ہے، جو اجزا جسم کے لیے نقصان دہ ہیں، ان کو الگ کرتی ہے اور جو اجزا فائدہ مند ہیں، ان کو الگ کرتی ہے، اگر یہ مشین خراب ہو جائے تو تمہارے لیے آج ہزاروں روپیہ خرچ کرنے کے باوجود اور لیبارٹریوں میں ٹیسٹ کرانے کے باوجود بھی یہ فیصلہ کرانا آسان نہیں ہوتا کہ کون سے اجزا تمہارے لیے مفید ہیں اور کون سے اجزا تمہارے لیے مضر ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے جسم کے اندر جو مشین رکھی ہے، وہ مشین خود ٹیسٹ کرتی ہے اور اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ جو کچھ اس بے وقوف انسان نے کھایا ہے، اس نے تو صرف اپنی زبان کے ذائقے کی خاطر کھا لیا ہے، اس غذا کے کتنے حصے سے خون بنانا ہے اور کتنے حصے سے ہڈیوں کو طاقت پہنچانی ہے، کتنے حصے سے گوشت بنانا ہے، کتنے حصے سے بینائی کو تقویت دینی ہے، کتنے حصے سے بالوں کو تقویت دینی ہے اور بالوں کو لمبا اور سیاہ کرنا ہے۔ یہ خودکار مشین اس غذا کے ہر حصے کو چھانٹ چھانٹ کر الگ کرتی ہے۔

(اصلاحی خطبات، مفتی محمد تقی عثمانی، ص:49، ج:13)

ٹیک پارک
نوجوانوں کے لیے بیش بہا تحفہ

رپورٹ: احمد طارق

ہزاروں امیدواروں میں سے 150 آئی ٹی کورسز کی بالکل فری ٹریننگ کے لیے منتخب

کراچی (پ ر) بیت السلام ویلفئیر ٹرسٹ جہاں دوسری تعلیمی اور رفاہی خدمات انجام دیتا ہے، وہیں زمانے اور وقت کے تقاضوں کے مطابق نوجوانوں کے لیے ٹیکنیکل تعلیم اور فراہمی روزگار کے منصوبے بھی لانچ کرتا رہتا ہے، حال ہی میں ٹیک پارک کے نام سے ایک پروگرام لانچ کیا گیا ہے جس کا سلوگن ہے "آج کا نوجوان ملک کا سرمایہ"

چناں چہ اس سرمائے کو کامیاب بنانے کے لیے آئی ٹی سینٹر قائم کیا گیا ہے، جہاں بہت مہنگے اور قیمتی کورس مفت کروائے جارہے ہیں، ہزاروں نوجوانوں نے آن لائن رجسٹریشن کروائی 2500، امیدواروں کو انٹری ٹیسٹ کے لیے منتخب کیا گیا دی انٹیلکٹ اسکول (کورنگی کراچی) میں انٹری ٹیسٹ لیا گیا۔ بیت السلام سے وابستہ بیسیوں رضاکاروں نے اس مرحلے کو بہترین اور منظم بنانے کے لیے شبانہ روز محنت کی۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی گراں قدر شخصیات نے انٹری ٹیسٹ کا یہ موقع ملاحظہ کیا۔ ٹیسٹ میں اچھے معیار کے حامل میداواروں کو انٹرویو کے لیے بلایا گیا اور انٹرویو کے بعد 150 طلبہ منتخب کیے گئے۔

J.
FRAGRANCES
ON THE GO
30ML SERIES
YOUNGER DAYS
POUR HOMME
GOLD SHIMMER
POUR HOMME
BLUE SOUL
POUR HOMME
SILENCIO
POUR HOMME
UNTAMED SPIRIT
POUR HOMME
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
J. Fragrances & Cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed

بیت السلام ٹیک پارک

BAITUSSALAM
—TECH PARK—

Free of Cost

PSDC Professional Software Development Certification

JS | TS | React | node JS

baitussalam.org/tech-park

bwt.ngo/register-techpark

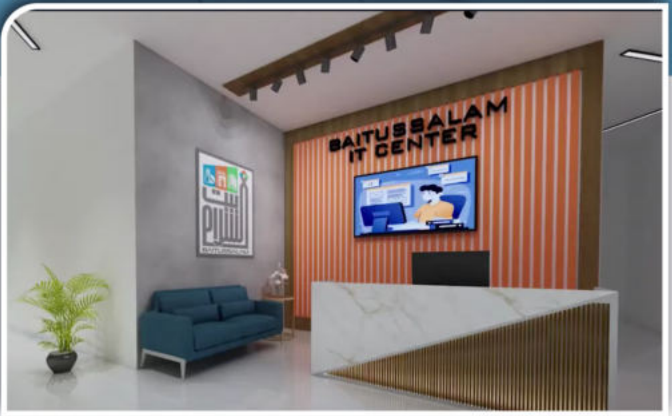

Follow us
BaitussalamWelfareTrust

UAN
+92 21 111 298 111

Visit
Baitussalam.org